

کیساں سے روایت کی اس نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا کہ جس نے رکعت نماز پڑھی اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی پس اس نے نماز نہ پڑھی مگر جب کہ امام کے پیچھے ہو اور عبد اللہ بن مقسم سے ہے کہ اس نے عبد اللہ بن عمر اور زید بن ثابت اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے امام کے پیچھے قرأت کا پوچھا ان سب حضرات نے فرمایا کہ نمازوں میں کسی نماز میں مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔ اسے امام طحاوی نے روایت کیا اور سند اس کی صحیح ہے اور نیز زید بن ثابت کا فتویٰ صحیح مسلم کے باب سجود التلاوة میں موجود ہے اور ان کے موافق ہی ابن مسعود اور ابن عباس اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فتویٰ ہے اور ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: قرأت سننے کے لیے خاموش رہے بے شک نماز میں توجہ چاہیے اور امام کی قرأت تجھے کافی ہے اور ابوہریرہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ امام کے پیچھے قرأت کر لیا کروں فرمایا نہ کیا کرو۔

ہدایہ کی شرح فتح القدیر ج ۱ ص ۲۳۸ پر ہے کہ:

”رَوَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ بِنِ اسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ عَشْرَةَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَوْنَ الْفِرَاقَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ أَنْسَدُ السُّنْهِي أَبُو كُرَيْبٍ الصُّدِّيُّ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَاصِمٍ وَابْنُ طَالِبٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ وَحَسَنُ اللَّهِ تَعَالَى عَنْهُمْ“۔

”عبد اللہ ابن زید اپنے باپ زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے دس حضرات امام کے

پیچھے قرأت کرنے کو منع فرماتے تھے حضرت ابوہریرہ صدیق اور عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان اور علی بن ابی طالب اور عبد الرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص اور عبد اللہ بن مسعود اور زید بن ثابت اور عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سختی سے منع کرتے تھے۔“

مختلف نہ رہے کہ یہاں صرف ان حضرات کے آثار پیش کرنا یہ مقصود تھا ان حضرات سے منسوبہ آثار کو وہابی صاحب نے اپنے موقف پر بطور دلیل پیش کیا ہے اور نہ دیگر صحابہ کرام سے بھی امام کے پیچھے قرأت کے منع پر بہت اقوال ملتے ہیں پھر جن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے آثار امام کے پیچھے قرأت کی منع پر اوپر بیان کیے گئے ہیں ان میں سے بعض امام کے پیچھے قرأت کے عدم جواز پر دارود احادیث کے بھی راوی ہیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت جابر بن عبد اللہؓ ابوہریرہؓ حضرت عائشہؓ حضرت انسؓ حضرت ابوہریرہؓ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اب جب ان حضرات کا عمل و قول ان سے مروی امام کے پیچھے قرأت کے عدم جواز پر احادیث کے مطابق ہے تو ترجیح اذروئے انصاف و اصول انہیں ہونی چاہیے۔

اسی جگہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دو طرح کے آثار امام کے پیچھے قرأت کے ثبوت اور منع پر آنے کی کیا وجہ ہے اس کا جواب ہے کہ اگر امام کے پیچھے قرأت کے ثبوت پر بعض آثار صحیح ہوں تو اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

ثبوت کے اقوال منع سے پہلے ہوں پھر ان حضرات نے امام کے پیچھے قرأت کے منع کی طرف رجوع کر لیا۔

دوم امام کے پیچھے قرأت کے ثبوت پر آثار نسخ کا علم ہونے سے پہلے ہوں۔

یہاں تک بحمد اللہ تعالیٰ باب قرأت خلف الامام کی بحث پوری ہوئی اب باب الحق سے پانچواں باب آئین آہستہ کہنے کے ثبوت میں شروع ہوتا ہے۔ حکیم الامت

مفتی احمد یار خاں فیسی رحمۃ اللہ علیہ اس باب کے آغاز میں فرماتے ہیں کہ - احناف کے نزدیک ہر نمازی خواہ امام ہو یا مقتدی یا اکیلا اور نماز جہری ہو یا سری آہستہ کہے مگر غیر مقلد وہابیوں کے نزدیک جہری نماز میں امام و مقتدی بلند آواز سے چیخ کر آمین کہیں، اس باب کی بھی دو تفصیلات کی جاتی ہیں پہلی فصل میں ہمارے دلائل دوسری فصل میں وہابیوں کے اعتراضات مع جوابات پہلی فصل آہستہ آمین کہنا حکم خدا اور رسول کے موافق ہے چیخ کر آمین کہنا قرآن کریم کے بھی خلاف ہے اور حدیث و سنت کے بھی مخالف۔ دلائل حسب ذیل ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً۔ اپنے رب سے دُعا مانگو عاجزی سے اور آہستہ۔ آمین بھی دُعا ہے لہذا یہ بھی آہستہ کہنی چاہیے رب فرماتا ہے۔ وَادْعَا سَلْكَ عِبَادِي عَنِّي قَوْلًا تَرْتِبُ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ۔ اے محبوب! جب لوگ آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں بہت نزدیک ہوں مانگنے والے کی دُعا قبول کرتا ہوں جو مجھ سے دُعا کرتا ہے۔ اس پر وہابی کا پہلا اعتراض - اگر آیات کا وہی مفہوم ہے جو مفتی صاحب اور عام حنفی علماء بیان کرتے ہیں تو نماز کے بعد اور چلے جلوں میں یہ بدعتی لوگ ہاتھ اٹھا کر بلند آواز سے دُعا کرتے ہیں اور حاضرین آمین آمین کہتے ہیں بلکہ مساجد میں بدعتی ورد و وظائف پتیکر میں کیے جاتے ہیں جن سے اہل محلہ کا چین بھی حرام ہوتا ہے یہ قرآن کے مخالف ہیں جس سے بریلوی حضرات تابع ہونے کو قطعاً تیار نہیں ہیں۔ (نام نہاد دین الحق ص ۳۲۵)

انسجواب بعون اللہ الوہاب وهو موفق بالصواب۔ اؤلاً: جب مقاصد مسلمانوں کے اجتماعات اور نماز کے بعد حسب ضرورت کی حاضرین سن سکیں ہاتھ اٹھا کر بلند دُعا کرتا بدعت نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی سنت ہے ملا حلقہ ہو۔

دُعا کے لیے ہاتھ اٹھانا سنت ہے

حدیث اول: صحیح بخاری ج ۲ باب رفع الایدی فی الدعا۔ میں کہ: وَكَانَ الْوُ

مُسْمًى دَعَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ وَذَانِ ابْنِ بَيْتَاضٍ رَابِعَةً۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی پھر ہاتھوں کو اس قدر بلند کیا کہ میں نے آپ کی بغلوں کی روشنی دیکھ لی۔ اس باب کی حدیث دوم اور سوم میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دُعا میں ہاتھ مبارک اٹھانا ثابت ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اس مضمون پر باب باندھنا اور اس کا نام باب رفع الایدی فی الدعا رکھنا ثابت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک دُعا میں ہاتھ اٹھانا مستنون ہے مگر وہابی جی کی جہت دھری و جہالت دیکھو کہ ہاتھ اٹھا کر بلند دُعا کو بدعت کہہ رہا ہے حالانکہ بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہاتھ اٹھا کر آواز بلند بکثرت اذکار و دعائیں منقول ہیں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اذکار و دُعا نہیں بلند نہ پڑھتے تو صحابہ کو کیسے معلوم ہوتا وہ انہیں کیسے متعلم بناتے اور کیسے روایت کرتے نیز خود غیر مقلد صاحب نے ابوداؤد شریف سے ابودھر اللہ کی روایت کو لکھا ہے کہ - آمین مثل مہر کے ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دُعا آمین پر ختم ہو وہ قبول ہوتی ہے تو سامعین کو آمین کے محسن کا ثبوت ہی پتہ چلے گا اور آمین کہیں گے جب کہ دُعا آواز بلند کی جائے اور نماز میں چیخ کر آمین کہنے کی حاجت نہیں کیونکہ مقتدیوں کو اس کا محل امام کے وَلَا الضَّالِّينَ پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں بھی ارشاد ہے کہ جب امام وَلَا الضَّالِّينَ کہے تم آمین کہو۔

حضور ﷺ نے دُعا میں اس قدر ہاتھ اٹھائے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آنے

لگی

حدیث چہارم: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: وَابْنُ رَسُوْلٍ اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِی الدُّعَا حَتّٰی یُرِی بَیْضَ رِیْطِہٖ۔ مسلم ج ۱ ص ۲۹۳ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ نے دُعا میں ہاتھ مبارک اٹھائے یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی روشنی دکھائی دی۔

حدیث ششم: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا مَدَّ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ لَمْ يُوَدِّعْهُمَا حَتَّى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ. (مسندک ج ۱ ص ۵۳۶)

عبداللہ بن عمر اپنے پدر گرامی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دُعا میں ہاتھ اٹھاتے تو بیچے نہ لوناتے جب تک ان کو اپنے چہرہ مبارک پر پھیر نہ لیتے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُمت کے فکر نے رولا دیا

حدیث ششم: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْكَأَسِ - أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ أَمِنِي أَمِنِي وَتَكَى فَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا جِبْرِيلُ أَذْهَبَ إِلَى مُحَمَّدٍ وَأَسْأَلُهُ مَا يَبْكِيكَ وَهُوَ أَعْلَمُ فَاتَى جِبْرِيلُ وَسَأَلَهُ فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَانَ وَهُوَ أَعْلَمُ فَقَالَ اللَّهُ يَا جِبْرِيلُ أَذْهَبَ إِلَى مُحَمَّدٍ وَقُلْ لَهُ إِنَّا مَسْرُوحِينَكَ فِي أَمْرِكَ وَلَا نَسُوكَ۔

”فصل فی الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۳۔ تفسیر خازن ج ۷ ص ۲۵۸ تفسیر معالم التنزیل مع الخازن ج ۱ ص ۱۰۰ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ مبارک اٹھائے اور دُعا کی کہ اے پروردگار! میری اُمت میری اُمت اور گریہ کی تو اللہ عزوجل نے فرمایا: اے جبریل! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ رونے کا کیا سبب ہے حالانکہ وہ خوب جانتا ہے جبریل آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی حضور رونے کا کیا سبب ہے تو آپ نے اسے اپنا مقصود بیان کیا حضرت جبریل نے وہی اللہ سے بیان کیا حالانکہ وہ خوب جانتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! جاؤ اور میرے محبوب سے کہو کہ عنقریب ہم آپ کو آپ کی اُمت کے بارے میں خوش کر دیں

گئے۔ اور آپ کو رنج نہیں دیں گے۔

جب دُعا سے فارغ ہو تو ہاتھ چہرہ پر ملو

حدیث ہفتم: وَعَنْ مَالِكِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَأَلْتُمُ اللَّهَ فَاسْأَلُوهُ بِطُحُونِ أَكْفِكُمْ وَلَا تَسْأَلُوهُ بِظُهُورِهَا فِي رَوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَأَلُوا اللَّهَ بِطُحُونِ أَكْفِكُمْ وَلَا تَسْأَلُوهُ بِظُهُورِهَا فَإِذَا فَرَغْتُمْ فَاْمَسَحُوا بِهَا وَجُوهَكُمْ رَوَاهُ أَبُو ذَاوُدَ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۹۵)

”حضرت مالک بن یسار سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم اللہ سے دُعا کرو تو ہتھیلیوں سے کرو اور اس کی پشتوں سے نہ کرو اور ابن عباس کی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا: اللہ سے سیدھی ہتھیلیوں سے دُعا مانگو اور ان کی پشتوں سے دُعا نہ مانگو پھر جب دُعا سے فارغ ہو تو ان کو اپنے چہروں پر پھیرو۔“

اللہ تعالیٰ خالی ہاتھ موڑنے سے شرم کرتا ہے

حدیث ہشتم: وَعَنْ سَلَمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَبَّكُمْ خَبِيٌّ حَرِيْمٌ يَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِهِ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ يَبْرُكُهُمَا صَفْرًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُو ذَاوُدَ وَالتَّيْهَقِيُّ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۹۵)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارا رب حیاء والا کریم ہے وہ اپنے بندے سے حیاء کرتا ہے کہ جب بندہ دُعا کو ہاتھ اٹھائے انہیں خالی لٹائے اس کے ثبوت پر کہ ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنا مستحسن ہے۔ احادیث کثیرہ وارد ہیں۔

ثانیاً: وہابی جی کا کہنا ہے کہ مساجد میں بدعتی ورد و وظائف پتیکر میں کیے جاتے ہیں جن سے محلہ والوں کا چین حرام ہوتا ہے یہ قرآن کے مخالف ہے جس سے بریلوی حضرات تاجب ہونے کو تیار نہیں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: قَالَا قَالَا اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ قَالَا هٰذَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَ غُيُبِيْ وَ نَعْبُدُكَ مَا سَاَلْنَا اور جب نمازی اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ . کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرا بندہ جو مانگتا ہے وہ اسے ملے گا۔ (نام نہاد دین الحق ص ۳۲۶)

دہانی صاحب کا اصل مقصد یہ ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ آمین دعا ہے اور دعا میں اصل پوشیدگی ہے تو سورۃ فاتحہ بھی تو دعا ہے اگر دعائیں آپ کے نزدیک اصل پوشیدگی ہے تو پھر حنفی امام جہری نمازوں میں اسے جہر کیوں پڑھتے ہیں۔

اعتراض کا جواب ملاحظہ ہواؤں امام نماز میں سورۃ فاتحہ بیت قرأت پڑھتا ہے اور اس لیے اسے قرأت کے احکام کو ملحوظ رکھنا ہوتا ہے اور قرأت کے احکام سے ہے کہ جہری نمازوں میں امام پر واجب ہے کہ اونچی آواز سے قرأت کرے مگر دہانی صاحب اس قدر عقل سے عاری ہے کہ اس فرق کو نہیں سمجھا۔

ثانیاً: حالت نماز اور عام حالت میں شرع مطہرہ نے فرق رکھا ہے نماز میں شرعاً جس چیز کا بلند کہنا مسنون یا واجب ہے اُسے بلند کہنا چاہیے اور جس کا آہستہ کہنا فرمایا اس کو آہستہ کہنا چاہیے جب کہ عام حالت میں ذکر و اذکار اور تلاوت دن ہو یا رات سب کو بلند و آہستہ پڑھنے کا اختیار ہے لہذا دہانی صاحب کا سورۃ فاتحہ کو آمین پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ کیوں کہ سورۃ فاتحہ کا امام پر جہری نمازوں میں جہراً پڑھنا واجب ہے جب کہ آمین کا نماز میں آہستہ کہنا مسنون ہے۔ اب جاء الحق سے آہستہ آمین کے ثبوت پر حدیث نمبر ۸۲۱ ملاحظہ ہو۔

جس کے آمین فرشتوں کے موافق ہوئی اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے

بخاری مسلم احمد مالک ابو داؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْبَلَ الْإِمَامُ فَأَيُّكُمْ قِيَامَةً مَنْ وَافَقَ تَأْمِيْنُهُ تَأْمِيْنُ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔ فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس سے وجہ استدلال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہ کی معافی اس نمازی کے لیے ہے جس کی آمین فرشتوں کی آمین کی طرح ہو اور ظاہر ہے کہ فرشتے آہستہ آمین کہتے ہیں ہم نے ان کی آمین آج تک نہ سنی تو چاہیے کہ ہماری آمین بھی آہستہ ہوتا کہ فرشتوں کی موافقت ہو اور گناہوں کی معافی ہو جو وہابی صحیح کر آمین کہتے ہیں وہ جیسے مسجد میں آتے ہیں ویسے ہی جاتے ہیں ان کے گناہوں کی معافی نہیں ہوتی کیونکہ وہ فرشتوں کی آمین کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس پر

دہانی کا پہلا اعتراض یہ مفتی صاحب کی سید زوری ہے یا موضوع روایات میں ایک مزید من گھڑت روایت کا اضافہ کرنا مقصود ہے کہ فرشتے آمین آہستہ کہتے ہیں۔

(نام نہاد دین الحق ص ۳۱۲)

الجواب: کسی حدیث کا مفاد بیان کرنے یا اس سے مسئلہ استخراج کرنے سے حدیث گھڑنا لازم نہیں آتا اگر بھول دہانی اس سے حدیث گھڑنا لازم آئے تو جن محدثین و فقہاء نے احادیث سے مسائل کا استخراج و استنباط کیا وہ سب معاذ اللہ مجرم ٹھہریں گے بلکہ خود وہابی بھی نہ بچ سکیں گے۔

دہانی کا دوسرا اعتراض

یہ اعتراض کے ام نے آج تک ملائکہ کی آمین نہیں سنی یہ اعتراض دراصل منکرین حدیث سے اعداد لیا گیا کیونکہ اس طرح کی اوٹ پٹا لگ تھا بہت ان لوگوں کی ہی ہوتی ہے کہ عذاب قبر نہیں ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ قبر کو اکھاڑ کر دیکھ لیں کوئی آگ وغیرہ نہیں ہوتی اور نہ ہی ایک مسلمان کی قبر ستر ہاتھ کشادہ ہوتی ہے بلکہ جس طرح ایک کافر کی لاش مٹی میں مل جاتی ہے اس طرح ایک مسلمان کی بھی! بلکہ مفتی صاحب کے اس اصول کی بناء پر کوئی کافر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کرنا کاتبین اور نماز

کے وقت ملائکہ کے نزول وانی روایات کو پیش کر کے انکار کر جائے اور دلیل یہ دے کہ ان کا وجود ہم نے اپنے کندھوں پر نہ پایا ہے اور نہ ہی آج تک حس محسوس کی ہے لہذا یہ روایات نفوذ اللہ وضعی ہیں تو جس دلیل سے ایک کافر اور بت پرست کو مطمئن کیا جاسکتا وہی دلیل ہماری طرف سے مفتی صاحب کے مذکورہ دھوکہ سلی کی کر لیجئے گا۔

(۱۱) منہا ویرین الحق (۳۱۳)

الجواب: حقیقت میں وہابی جی کو الزام تراشی کرتے اور جھوٹ بولتے ذرا شرم نہیں آتی ورنہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کو اور منکرین حدیث کے عذاب قبر سے انکار کو آپس میں کیا مناسبت کیوں کہ مفتی صاحب تو فرشتوں کے آئین کہنے کو مان کر استدلال کر رہے ہیں وہ آئین اور فرشتوں کے وجود کا انکار تو نہیں کرتے بلکہ وہ تو فرماتے ہیں کہ فرشتے آئین ضرور کہتے ہیں مگر آہستہ کہتے ہیں لہذا آہستہ آئین کہنا فرشتوں کی آئین کے موافق ہے تو یہ حدیث کو ماننا ہوا انکار نہ ہوا تو پھر منکرین حدیث کے ساتھ اس کو مشابہت کیسے ہو سکتی ہے۔

منکرین حدیث کو انکار کا موقع نجدیوں نے دیا

ثانیاً: بلکہ منکرین حدیث کو انکار حدیث کا موقع نجدیوں نے دیا ہے کیوں کہ نبیوں نے نبیوں اور ولیوں کے متعلق کہا کہ وہ محاذ اللہ مرکب میں مل گئے ہیں حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيَّ الْاَوْحِينَ أَنْ تَأْتِيَنَّ أَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے جسم کا کھانا حرام فرما دیا ہے نجدیوں نے حدیث کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ نبی ولی سب مرکب میں مل جاتے ہیں لہذا ان کی پیروی میں منکرین حدیث نے عذاب قبر کا انکار کر دیا عذاب تو جسم مع الروح کو ہوتا ہے۔ نیز نجدیوں نے احادیث مبارکہ کو ضعیف ضعیف کہہ کر انکار کیا اور منکرین حدیث نے موقع پا کر سرے سے ہی انکار کر دیا۔ لہذا اس سے معلوم ہوا کہ انکار حدیث کا دروازہ کھولنے والے اصل میں نجدی ہی ہیں۔

وہابی صاحب تیسرے اعتراض کے تحت لکھتے ہیں:

الزامی جواب کے علاوہ حسب ذیل حدیث بھی مفتی صاحب کے دعویٰ کی تردید کے لیے کافی ہے: **إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ آمِينَ وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ آمِينَ -** جب تم سے کوئی آمین کہتا ہے تو فرشتے آسمان پر آمین کہتے ہیں سوال یہ ہے کہ جب ہم ملائکہ کی عام گفتگو کو نہیں سن سکتے تو آمین جو کہ آسمان پر کہتے ہیں کیونکر ہم سن سکتے ہیں کیا آسمان والوں کی آواز دُنیا میں رسنے والے سنتے ہیں۔ (نام نہاد دین الحق ص ۳۲)

الجواب اولاً: حدیث سے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دعویٰ کی تردید تو تب لازم آئے جب مفتی صاحب نے دعویٰ کیا ہو کہ آسمان کے فرشتے آمین نہیں کہتے صرف زمین کے کہتے ہیں یا حدیث شریف میں زمین کے فرشتوں کے آمین کہنے کی نفی آئی ہو۔

ثانیاً: آپ کسی ایک حدیث سے ہی ثابت کر دیں کہ آسمان پر فرشتے بلند آواز سے آمین کہتے ہیں مگر ہم دوری کے سبب نہیں سنتے؟

غیر مقلد کا چوتھا اعتراض

رہا یہ اعتراف کہ وقت میں موافقت نہیں بلکہ طریقہ (اد) میں موافقت ہے تو یہ آنجناب کے اکابر کی تصریحات کے ہی خلاف ہے چنانچہ علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں:

إِنَّ الْمُرَادَ الْمُوَافَقَةَ لِلْمَلَكَةِ حَيْثُ وَقَّتِ التَّكْمِيلَ - فتویٰ شامی ملائکہ موافقت سے مراد وقت کی موافقت ہے۔ (۲۸ نمبر دارین الحق ص ۲۱۲)

نہیر مقلد کی خیانت

الجواب اذلاً: وہابی صاحب نے فتاویٰ شامی کی عبارت پیش کرنے میں اس انداز سے خیانت کی کہ اہل کتاب کو بھی پیچھے چھوڑ گئے کہ حنفی فقہاء کی تصریحات ہیں مالا تھکہ شامی سے جو قول اس نے پیش کیا وہ احناف کا نہیں بلکہ علامہ ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی شارح مسلم کا ہے دوم صاحب فتاویٰ شامی علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ

نے اس پر اپنی رائے قائم نہیں کی صرف ملائکہ کی آمین کی مراد بیان کرنے پر دو قول بیان کیے ہیں جن میں سے وہابی صاحب نے اپنے مقصد کے حصول کو صرف مذکورہ ایک قول لکھ دیا دوسرا خلاف مقصد جان کر چھوڑ دیا نیز وہابی جی نے علامہ نووی کا ذکر عبارت کی ابتداء میں چھوڑ دیا تاکہ مذکورہ قول کو احناف کے کھاتے ڈال کر مفتی صاحب پر الزام دے سکے کہ اس نے اپنے احناف کی تصریحات کا خلاف کیا۔ مناسب ہے کہ یہاں فتاویٰ شامی کی پوری عبارت لکھ دوں تاکہ خود قارئین وہابی کی خیانت ملاحظہ کر سکیں۔

وَلَمْ يَخْرُجْ مِنْهُ لِيُخْبِرْهُمُ الصَّابِقُ إِنْ مَوَّادَ الْمُؤَافَقَةِ
لِلْمَلَائِكَةِ فِي الْفَتَنِ وَالْمُؤَافَقَةِ فِي الْفَتَنِ وَالْمُؤَافَقَةِ فِي الْفَتَنِ
وَالْمُؤَافَقَةِ فِي الْفَتَنِ (شامی ج ۳ ص ۳۳۱)

”اور شرح مسلم نووی میں ہے کہ صحیح اور درست یہ ہے کہ مراد فرشتوں کی موافقت سے وقت میں موافقت ہے اور کہا گیا ہے کہ مراد موافقت سے صفت اور خشوع اور اخلاص میں ہے۔“

ثانیاً: غیر مقلد صاحب کوئی احناف کا مقلد نہیں کہ احناف کی تصریحات دلیل بنا کر جان چھوڑائے۔ اسے تو چاہیے کہ اپنا موقف حدیث سے ثابت کرے کہ ملائکہ کی آمین میں موافقت سے مراد وقت میں موافقت ہے۔

غیر مقلد کا پانچواں اعتراض

بالفرض اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ مذکورہ روایت سے عدم جہر ثابت ہے جو کہ یقیناً غلط ہے تو بھی مذکورہ روایت مفتی صاحب کے مذہب کے خلاف ہے کیونکہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے کہ امام آمین کو آہستہ بھی نہ کہے چنانچہ امام محمد جو کہ امام صاحب کے شاگرد خاص ہیں لکھتے ہیں: قَالَتْ أُمُّ حَنِيفَةَ فَقَالَ يُؤْمِنُ مَنْ خَلَفَ الْإِمَامَ وَلَا يُؤْمِنُ الْإِمَامُ (نام نہاد دین الحق ص ۳۱۳)

الجواب: العلین امجد علی الموطا امام محمد صاحب کی طرف منسوب کردہ

مذکورہ قول کے جواب میں ہے کہ موطا میں بیان کردہ امام صاحب کا مذکورہ قول خود امام محمد کی کتاب الآثار کے خلاف ہے نیز کتاب الآثار میں امام محمد نے امام صاحب کے قول پر اپنا عمل بھی بیان کیا ہے ملاحظہ ہو۔

چار چیزوں کو امام آہستہ کہے

”قَوْلُهُ وَلَا يُؤْمِنُ الْإِمَامُ قَدْ يَقَالُ يُخَالِفُهُ قَوْلُهُ فِي كِتَابِ الْأَثَارِ فَإِنَّهُ أَخْرَجَ فِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ قَالَ أَرْبَعٌ يُخَالِفُ بَيْنَهُنَّ الْإِمَامُ سَبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَالْعُقُودُ وَبِسْمِ اللَّهِ وَالْأَمِينُ ثُمَّ قَالَ وَبِهِ تَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ - فَبِهَذَا يَذَلُّ عَلَى إِنْ أَبَا حَنِيفَةَ أَبْصَحًا قَائِلًا يَقُولُ الْإِمَامُ يَقُولُ الْإِمِينُ سِرًّا“

”اس کا قول کہ امام صاحب کہتے ہیں امام آمین نہ کہے اس کے خلاف ہے جو خود امام محمد نے اپنی کتاب الآثار میں امام صاحب سے بیان کیا اس میں امام صاحب سے ہے وہ حماد سے وہ ابراہیم سے بیان کرتے ہیں کہ فرمایا چار چیزوں کو امام آہستہ کہے سبحانک اللهم اور تعوذ بسم اللہ اور آمین پھر امام محمد نے کہا ہمارا عمل اسی پر ہی ہے اور یہی امام صاحب فرماتے ہیں پس یہ دلالت کرتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بھی اسی کے قائل ہیں کہ امام آمین آہستہ کہے۔“

اس بیان سے الظہر من الشمس ہوا کہ وہابی کا مذکورہ اعتراض بے بنیاد ہے۔ جاء الحق سے حدیث نمبر ۹ تا ۱۳ ملاحظہ ہو۔ بخاری شافعی مالک ابوداؤد نسائی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلَهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ - فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اب امام کہے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ تو تم کہو آمین کیونکہ جس کا یہ آمین کہنا فرشتوں کی آمین کہنے کے مطابق ہوگا اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مقتدی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ ہرگز نہ پڑھے اگر مقتدی پڑھتا ہوتا تو حضور فرماتے کہ جب تم ولا الضالین کہو تو تم آمین کہو۔ معلوم ہوا کہ تم صرف آمین کہو گے ولا الضالین کہنا امام کا کام ہے۔ رب فرمایا ہے: "اِذَا جَاءَتْكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ فَاصْخَبُوهُنَّ" جب تمہارے پاس مؤمن عورتیں آئیں تو ان کا امتحان لو۔ دیکھو امتحان لینا صرف مؤمنوں کا کام ہے نہ کہ مؤمن عورتوں کا۔ کسی حدیث میں نہیں آیا کہ اِذَا قُلْتُمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ۔ جب تم ولا الضالین کہے تو آمین کہے لو۔ معلوم ہوا کہ مقتدی ولا الضالین کہے گا ہی نہیں۔ دوسرا یہ کہ آمین آجستہ ہونی چاہیے کیونکہ فرشتوں کی آمین آجستہ ہی ہوتی ہے جو آج تک ہم نے نہیں سنی۔ خیال رہے کہ یہاں فرشتوں کی آمین کی موافقت سے مراد وقت میں موافقت نہیں بلکہ طریقہ ادا میں موافقت ہے فرشتوں کی آمین کا وقت تو وہی ہے جب امام سورہ فاتحہ ختم کرتا ہے کیونکہ ہمارے محافظ فرشتے ہمارے ساتھ ہی نمازوں میں شریک ہوتے ہیں اور اسی وقت آمین کہتے ہیں۔

غیر مقلد کے اس پر اعتراضات

اس جگہ ان کے معنوی تحریف کو ہم واضح کرتے ہیں۔ پہلی تحریف: مفتی صاحب حضرت ابو ہریرہ کی روایت اِذَا قَالُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَلَيهِمُ الْمَغْضُوبُ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مقتدی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ ہرگز نہ پڑھے اگر مقتدی پڑھتا تو حضور یہ نہ فرماتے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو معلوم ہوا کہ تم صرف آمین کہو گے ولا الضالین کہنا امام کا کام ہے۔

الجواب اولاً: روایت میں اِذَا قَالُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور قال کا لفظ جب مطلقاً خطاب کے لیے آئے تو جہر پر محمول ہوتا ہے قرآن میں ہے: قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔

(پ "سورہ یونس آیت نمبر ۱۰")

مولانا محمود حسن خان خلی اس کا ترجمہ کرتے ہیں کہ بولا فرعون یقین کر لیا میں نے کہ کوئی معبود نہیں مگر جس پہ کہ ایمان لائے نبی اسرائیل اور میں ہوں فرمانبرداروں میں۔ مولوی احمد رضا خاں بریلوی حسب ذیل معنی کرتا ہے کہ بولا میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے جس پر نبی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمان ہوں۔ الغرض اِذَا قَالُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ صرف امام ہی بلند آواز سے کہے گا تاکہ ان الفاظ کو مقتدی بھی بلند آواز سے پڑھے۔

ثانیاً: ہاں الہت مقتدی آمین کو بلند آواز سے کہے گا کیونکہ فقواوا آمین کے الفاظ اس بات کا قرینہ نہ تو ہیں۔ (۲۱۰ ہادیہ دین الحق ص ۳۲۷)

وہابی کی جہالت کی انتہاء

الجواب اولاً: وہابی صاحب کی جہالت اس انتہاء کو پہنچی ہوئی ہے کہ یہ بھی نہ بیان سکا کہ معنوی تحریف کسے کہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ دعویٰ تو یہ تھا کہ ہم مفتی صاحب کی معنوی تحریف واضح کرتے ہیں مگر اعتراض استدلال پر کر دیا جب کہ معنوی تحریف ترجمہ میں کمی و زیادتی کو کہتے ہیں جس سے مفہوم بدل جائے پھر وہابی جی کی مہارت قارئین کے سامنے ہے۔ وہابی مصنف نے کوئی نشانہ بھی نہیں کی کہ مفتی صاحب نے استدلال میں کوئی غلط بیانی کی ہے محض اس نے مخالفت برائے مخالفت کرتے ہوئے فتوے اورٹ پٹانگ مارے ہیں جو کہ اس کی کم عقلی کی علامت ہے دراصل مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال مذکورہ حدیث کے متن میں بالکل واضح اور معقول ہے کیونکہ اگر امام پر شرعاً آمین بلند کہنا ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ نہ فرماتے جب امام ولا الضالین کہے تم آمین کہو بلکہ فرماتے کہ جب امام آمین کہے تم بھی آمین کہو۔

ثانیاً: بہت افسوس کی بات ہے کہ جس شخص کو یہ معلوم نہیں کہ قال غیب کا صیغہ ہے یا خطاب کا وہ وہابی قوم کا محقق و مصنف بن بیٹھا یہ تو علم صرف کا ابتدائی طالب علم بھی بتا دے گا کہ قال ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے خطاب کا نہیں اگر سب وہابی

عل کر بھی اسے خطاب ثابت کر دیں تو منہ مانگا انعام لیں۔ خود وہابی صاحب نے ثانی اعتراض کے تحت حدیث کے معنوی تحریف کی ہے زیر بحث حدیث کے کسی لفظ کا معنی نہیں کہ مقتدی بلند آواز سے آمین کہے جب کہ اس نے یہی معنی کیا ہے۔ اب جاء الحق سے حدیث نمبر ۱۳ تا ۱۸ ملاحظہ ہو۔ امام احمد ابوداؤد طحاوی ابویعلیٰ موصلی طبرانی دارقطنی اور حاکم نے مستدرک میں حضرت وائل ابن حجر سے روایت کی حاکم نے فرمایا کہ اس کی اسناد نہایت صحیح ہے۔ عَنْ وَائِلِ ابْنِ حُجْرٍ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ آمِينَ وَأَخْفَى بِهَا صَوْتَهُ۔ حضرت وائل ابن حجر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب حضور ولا الضالین پر پہنچے تو آپ نے فرمایا: آمین اور آمین میں آواز آہستہ رکھی۔ معلوم ہوا کہ آمین آہستہ کہنا سنت رسول اللہ ہے اور بلند آواز سے کہنا بالکل خلاف سنت ہے۔ واضح رہے کہ اس صحیح حدیث کا غیر مقلد نے کوئی جواب نہیں دیا۔

آمین آہستہ کہنا سنت ہے

جاء الحق سے حدیث نمبر ۱۹ تا ۲۱ ابوداؤد ترمذی ابن ابی شیبہ نے حضرت وائل بن حجر سے روایت کی: قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ۔ فَقَالَ آمِينَ وَخَفَضَ بِهِ صَوْتَهُ۔ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا آپ نے پڑھا غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تو فرمایا: آمین اور آواز مبارک آہستہ رکھی۔ اس پر غیر مقلد کا اعتراض۔ مفتی صاحب نے حضرت وائل بن حجر کی روایت امام شعبہ کے طریق سے مختلف کتب سے نقل کی ہے جس کے الفاظ ہیں وخفض بها صوتہ پھر ان کا معنی کیا ہے اور آواز مبارک آہستہ رکھی۔ حالانکہ خفض بها صوتہ کا یہ معنی قطعی طور پر غلط ہے اور ان الفاظ سے عدم بالجہر اور اخفائے آمین کا استدلال باطل ہے کیونکہ احناف کا موقف ہے کہ آمین اتنی پوشیدہ کہی جائے کہ جس کو قریب سے قریب شخص بھی نہ سن سکے جب کہ خفض کے معنی ہیں آواز بہت زیادہ بلند نہ ہو۔ چنانچہ صاحب ہدایہ دہری اذان کی کیفیت بیان کرتے

ہوئے لکھتے ہیں کہ: وَهُوَ أَنْ يَرْجِعَ فَيَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالشَّهَادَةِ تَبَعًا مَا خَفَضَ بِهِمَا۔ اور ترجیح یہ ہے کہ شہادتیں کو خفض کے بعد دوبارہ بلند آواز سے دوہرایا جائے۔

(ام ہدایہ ابن الحق ص ۳۷۷)

الجواب اولاً: اس سے اوپر گزری ابن حجر کی حدیث کے لفظ اخفی بہا صوته میں تو زیر بحث روایت میں خفض بمعنی اخفی ہے اور اخفی جہر کی ضد ہے۔ جس کا معنی آہستہ ہے لہذا اس کا معنی آہستہ آواز کا کرنا غلط نہ ہوا غالباً اسی لیے غیر مقلد صاحب نے اس سے اوپر کی حدیث کا ذکر تک نہ کیا کہ کہیں قارئین کو معلوم نہ ہو جائے کہ ایک حدیث کے الفاظ اخفی بھا صوتہ بھی ہیں۔

ثانیاً: اگر خفض کے لغوی معنی کی طرف جائیں تو المنجد اور مصباح اللغات میں خفض الصوت کا معنی آواز کو پست و آہستہ کرنا مذکور ہے جو کہ احناف کے موافق اور وہابی مذہب کے مخالف ہے کیونکہ وہابیوں کے نزدیک آمین کو اس قدر خفج کر کہنا چاہیے کہ مسجد میں گونج پڑ جائے۔

حضرت عمر و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسم اللہ آمین جہر نہیں پڑھتے تھے

جاء الحق سے حدیث نمبر ۲۲ اور ۲۳۔ طبرانی نے تہذیب الآثار اور معجمی نے حضرت وائل ابن حجر سے روایت کی: قَالَ لَمْ يَكُنْ عُمَرُ وَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَسْجُدَانِ بِبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَلَا بِآمِينَ۔ حضرت عمر و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نہ تو بسم اللہ اور نہ ہی آواز سے پڑھتے تھے نہ آمین۔ معلوم ہوا کہ آہستہ آمین کہنا سنت صحابہ بھی ہے۔

اس پر وہابی صاحب کا پہلا اعتراض

راوی وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ ابی وائل ہیں شاید مفتی صاحب رجال کی ایجاد سے بھی واقف نہ تھے۔ (ام ہدایہ ابن الحق ص ۳۷۸)

الجواب: لغوی غلطی یا راوی کے نام میں غلطی سمجھا بھی ہو سکتی ہے اور کاتب سے بھی یہ کسی کم علمی کی دلیل نہیں بخلاف اس کے کہ وہابی جی خود ماضی غائب کو خطاب

سمجھتا ہے جیسا کہ اس کتاب میں ہم نے وہابی صاحب کی اس غلطی پر گرفت کی ہے۔
اس عقیدے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے۔

غیر مقلد کا دوسرا اعتراض

اس کی سند میں ابوسعید بن مرزبان ہے اور یہ سخت ضعیف ہے۔

(۴۸) نہاد دین الحق ص ۳۸

ابوسعید سعید بن مرزبان کے ضعف کے سبب احناف کے اس حدیث سے استدلال میں ضعف نہیں آتا کیونکہ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبار تابعین سے ہیں آپ نے سات صحابہ رضوان اللہ علیہم سے براہ راست حدیثیں سنیں ہیں جیسا کہ مناقب امام اعظم للامام الموفق بن احمد کی جزء اول ص ۳۵ پر ہے جب کہ ابوسعید سعید بن مرزبان طبقہ خامسہ سے ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے مقدمہ تقریب الجہد میں وضاحت کی ہے تو بعد کے راوی کا ضعف پہلے کے استدلال کو مضرت نہیں۔

ثالثاً: اگر آپ کو زیر بحث حدیث پر اعتراض ہے کہ اس کا ایک راوی ضعیف ہے تو اس سے قبل حدیث نمبر ۱۸ تا ۱۹ گزری امام احمد ابوداؤد ابویعلیٰ موسلی طبرانی دارقطنی اور مستدرک کے حوالہ سے جسے حاکم شیعہ نے صحیح کہا اور آپ نے بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا اسے ہی مان لو مگر آپ تو ضد و تعصب کے لا علاج مریض ہیں ایسی امید تم سے رکھنا حاصل ہے۔ جاء الحق سے حدیث نمبر ۲۳ یعنی شارح ہدایہ نے حضرت ابو معمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی: عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ يَخْفَى الْإِيمَانُ أَرْبَعًا التَّوَكُّدَ وَبِسْمِ اللَّهِ وَآمِينَ وَرَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا امام چار چیزیں آہستہ کہے اَعُوذُ بِاللَّهِ بِسْمِ اللَّهِ آمِينَ اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْد۔

اس پر غیر مقلد کا اعتراض

ہمارے شیخ فرماتے ہیں علامہ عینی نے یہ روایت بلا سند نقل کی ہے اور یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ اس روایت کی سند کا حدیث کی کسی معروف و صدقہ کتاب

میں وجود نہیں یہ تو علامہ عینی کا ہی کمال ہے کہ یہ خود کو محدث بھی باور کراتے ہیں اور غلطی مذہب کی تائید میں بلا سند موضوع اور من گھڑت روایات کو اپنی کتابوں کی زینت بھی بناتے ہیں اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ (محمد یحییٰ گوندلوی) قلت مولوی احمد رضا فاضل دیوبند نے لکھا ہے جو روایت کتب حدیث میں نہیں پائی جاتی وہ موضوع ہے۔

(مذہبی رضویہ نام نہاد دین الحق ص ۳۸)

الجواب اولاً: غیر مقلدوں کے نام نہاد شیخ گوندلوی صاحب نے علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ پر احناف کی تائید میں روایات کو اپنے پاس سے گھڑنے کا الزام لگایا اور روایات روایت کی جمع ہے تو اسے چاہیے تھا کہ اپنے دعویٰ کو صحیح ثابت کرنے کو کم از کم تین موضوع روایتوں کی نشاندہی کرنا تاکہ جمع کا اطلاق صحیح ہو چاہتا تو اس نے ایسا نہ کر کے اپنے جھوٹ کا پل کھول دیا۔

ثانیاً: گوندلوی صاحب یا نام نہاد دین الحق کے مصنف کو کسی حدیث کی سند کا علم نہ ہونا علامہ عینی کی اس کی سند پر عدم اطلاع کو لازم نہیں کیونکہ وہ جلیل القدر محدث ہیں۔

ثالثاً: علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس سے روایت گھڑنے کی حاجت ہی کیا تھی جب کہ احناف کے پاس اس مسئلہ پر احادیث موجود ہیں۔

رابعاً: زیر بحث روایت کی مثل کثر اعمال میں بھی موجود ہے جو اس پر شاہد ہے چنانچہ صحیح البخاری ج اول ص ۳۹۰ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو بیان کے بعد لکھتے ہیں: وعن ابراہیم النخعی عن امیر المؤمنین عمر بن الخطاب کذا فی منتخب کثر اعمال میں ہے۔ وہابی سے پوچھنے کی بات یہ ہے کہ اگر بقول تمہارے علامہ عینی نے مذکور روایت کو اپنے پاس سے گھڑا ہوتا تو پھر ابراہیم نخعی کی سند سے منتخب کثر اعمال میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی مثل روایت کہاں سے آگئی نیز حضرت عمر فاروق اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کا مذہب آمین آہستہ کہنے میں نقل از یہ بیان ہو چکا ہے جو اس کی صحت کی تائید کرتا ہے پھر وہابی صاحب آثار صحابہ کے نام پر اپنے مذہب کی

تائید میں جو کچھ لکھا ہے اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کوئی اثر بیان نہیں کیا جو اس کی دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مذہب آئین جہر نہیں بلکہ آہستہ کہنا ہے۔

(جاء الحق سے حدیث نمبر ۲۵)

بیہقی نے ابوداؤد سے روایت کی عبد اللہ ابن مسعود نے فرمایا: "عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ يَسْخُفِي الْإِمَامُ أَرْبَعًا بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَالْعُزُّ وَالشَّهَادَةُ" امام چار چیزیں آہستہ کہے بِسْمِ اللَّهِ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ الْعُزُّ وَالشَّهَادَةُ۔

غیر مقلد کا اعتراض

قارئین آپ مذکورہ عبارت کو پڑھ لیں ہم نے بلفظ مفتی صاحب کا ترجمہ نقل کیا ہے اس میں آئین کو بلند آواز سے یا خفی سے پڑھنے کا ذکر تو کیا کوئی اشارہ بھی نہیں ہے۔ (نام نہاد دین الحق ص ۳۲۹)

الجواب اولاً: اگر ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ حدیث میں آہستہ آئین کا ثبوت موجود نہ ہوتا تو مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسے اپنے موقف پر بطور ثبوت پیش نہ کرتے یہاں البتہ یہاں آئین کے الفاظ سحوا نہیں لکھے گئے خواہ کاتب کی بھولی یا خود مصنف کی اور بھول جانا انسان میں ایک فطری امر ہے البتہ بفضلہ تعالیٰ یہ ہم ثابت کرتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب آئین آہستہ کہنا ہے ملاحظہ ہو: قَالَ الطَّبْرِيُّ وَرَوَى ذَلِكَ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ وَرَوَى عَنْ النُّعْمَانِ وَالشَّعْبِيِّ وَابْنِ أَبِي هَاشِمٍ التَّيْمِيُّ كَانُوا يَخْفَوْنَ بِالْمِغْنِ وَالصَّوَابُ أَنَّ الْخَبْرَيْنِ بِالْجَهْرِ بِهَا وَالْمَخَافَةُ صَوَابٌ حَتَّى وَعَمَلٌ بِكُلِّ مَنْ يَعْلَمُهُ بِجَمَاعَةٍ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَإِنْ كَانَتْ مُخْتَارًا خَفَضَهُ الصَّوَابُ بِهَا إِذْ كَانَ أَكْثَرُ الصَّحَابَةِ وَالْتَابِعِينَ عَلَى ذَلِكَ۔

(الجواب الحق فی ذیل الحق ص ۲۳۸)

محدث طبری نے کہا کہ یہ روایت ہے ابن مسعود اور ابراہیم نخعی اور شعبی اور ابراہیم نخعی سے کہ یہ حضرات آئین آہستہ کہتے تھے اور درست ہے کہ دو حدیثیں جہر کے ثبوت اور آہستہ کے ثبوت پر صحیح ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں فعلوں پر ایک

جماعت نے عمل کیا ہے اگرچہ بخاری آئین آہستہ کہنا ہے کہ اس پر اکثر صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم کامل ہے۔

ثانیاً: صاحب ہدایہ نے تعوذ و تسبیہ کی بحث میں لکھتے ہیں: وَيُسْرِبُهُمَا يَقُولُ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَرْبَعُ يَسْخُفِيَهُنَّ الْإِمَامُ وَذَكَرَ مِنْ جُمْلَتِهَا السُّعُودَ وَالْتَّسْبِيَةَ وَالْمِغْنِ۔ یعنی تعوذ و تسبیہ اور آئین کو آہستہ پڑھے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کی بناء پر فرمایا چار چیزیں آہستہ پڑھی جائیں ان میں تعوذ و تسبیہ اور آئین کا ذکر کیا۔

ثالثاً: ملک العلماء علامہ ظفر الدین محدث بہاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح البخاری شریف میں لکھتے ہیں: اس بیان سے بفضلہ تعالیٰ اظہر من الشمس ثمر و ہوا کہ حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب آئین آہستہ کہنا ہے۔

غیر مقلد کا دوسرا اعتراض

امام بیہقی کی کوئی کتاب میں مذکورہ روایت پائی جاتی ہے کیونکہ امام بیہقی کی کتب اس قدر ہیں کہ ایک کتب خانہ ہے اگر مفتی صاحب کی بیہقی سے مراد سنن الکبریٰ للبیہقی ہے تو اس میں یہ روایت قطعاً نہیں فریق ثانی پہ لازم ہے کہ وہ اس امر کی بحوالہ صراحت کریں کہ امام بیہقی نے اسے کہاں روایت کیا ہے۔

الجواب اولاً: جب آپ کو اقرار ہے کہ امام بیہقی کی کتب کثیر ہیں اور انکار اس کا ہے کہ زیر بحث روایت سنن الکبریٰ للبیہقی میں نہیں پائی جاتی تو ممکن ہے کہ روایت سنن الکبریٰ کے علاوہ امام بیہقی کی کسی کتاب میں موجود ہو یا مفتی صاحب کو سنن الکبریٰ بیہقی کا کوئی قدیمی نسخہ دستیاب ہو جس میں یہ روایت پائی جاتی ہو۔

ثانیاً: ابن مسعود کی روایت جس میں آئین آہستہ پڑھنے کا ثبوت موجود ہے۔ صاحب صحیح البخاری نے سنن الکبریٰ للبیہقی کے حوالہ سے لکھا ہے جو کہ ابی داؤد سے ہے ملاحظہ کے لیے مذکورہ کتاب ج ۱ ص ۳۹۱

اصل بات یہ ہے کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیش کردہ روایت میں آئین کا

غلطی سے نہ لکھے جانے کو غیر مقلد نے نصیحت جان کر پہنچی میں اس کے وجود کا ہی انکار کر دیا اگر یہ پہنچی میں نہ ہوتی تو حدیث بھاری کیسے نقل کرتے 'جاء الحق سے حدیث نمبر ۲۶۱ ملاحظہ ہو۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حماد سے انہوں نے ابراہیم سے روایت کی: قَالَ اَرْبَعٌ يَخْفِيْنَهُنَّ الْاَسْمَاءُ السَّعُوْدُ وَبِسْمِ اللّٰهِ وَتَسْبِيْحُكَ اللّٰهُمَّ وَاعِيْنِ۔ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْاَثَارِ۔ وَعَنْهُ الرُّزَاقِي فِي مُصَنِّفِهِ

آپ نے فرمایا کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے اعوذ و بسم اللہ سبحانک للہم آئین یہ حدیث امام محمد نے آثار میں اور عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں بیان کی۔

اس پر غیر مقلد کا پہلا اعتراض

اس اثر کو مفتی صاحب نے دوسری بار حنفی مذہب کی تائید میں پیش کیا ہے لیکن روایت کے اصل الفاظ میں ہیر پھیر کر گئے ہیں جن کی حقیقت بسم اللہ بالجبر کے باب میں مفتی صاحب کی تیسری دلیل کے زیر عنوان ملاحظہ کیجئے اور سند پر بحث بھی وہاں ہی دیکھیں۔ (نام نہاد دین الحق ص ۳۳۰)

الجواب اولاً: اگر مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک روایت کو دوبارہ لکھتے پر اعتراض ہے تو پھر یہی اعتراض امام بخاری پر بھی لازم آتا ہے کیونکہ وہ بھی اپنی صحیح بخاری شریف میں ایک روایت کا جتنے بابوں سے تعلق ہوا سننے میں ہی تکرار سے لکھتے ہیں اسی طرح امام ابراہیم نخعی کی زیر بحث روایت کو چار بابوں سے تعلق ہے۔

یعنی تعوذ و تسمیہ و سبحانک للہم اور آئین آہستہ ہے جب کہ مفتی صاحب نے اسے دو بابوں میں ذکر کیا ہے اگر دوسرے اس سے متعلق بابوں میں بھی اسے بیان کر دیں تو تب بھی اہل عقل و انصاف کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا مگر غیر مقلد صاحب چونکہ عقل و انصاف سے عاری ہیں لہذا بلاوجہ اعتراض کر دیتے ہیں۔

ثانیاً: مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر روایت کے الفاظ میں ہیر پھیر کا الزام وہابی جی کا خالص جھوٹ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مفتی صاحب نے زیر بحث روایت کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الآثار اور مصنف عبد الرزاق کے حوالہ سے لکھا ہے اور روایت کا

متن مصنف عبد الرزاق سے لیا ہے جب کہ معنی دونوں متون میں کوئی فرق نہیں۔ اگر بقول وہابی اس کا نام ہیر پھیر ہے تو پھر صاحب مشکوٰۃ مثلاً بخاری و مسلم سے روایت لکھنے کے بعد فرمادیتے ہیں کہ یہ لفظ مسلم کے ہیں یا بخاری کے۔

ثانیاً: وہابی جی کا کہنا ہے کہ اس کی سند پر بھی بحث ہم نے وہاں کر دی ہے۔ الجواب سند پر جس بحث کی بات وہابی صاحب کرتے ہیں وہ سورج پر تھوکنے کے مترادف ہے وہ یہ کہ اس بے لگام نے امام الامامہ سراج الامت امام اعظم ابو حنیفہ حضرت نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے شاگرد رشید امام محمد رضی اللہ عنہ کو ضعیف کہا ہے اور پھر سورہ فاتحہ کی بحث میں ان حضرات قدسیہ پر خوب کچڑا اچھالا ہے جس کا جواب ہم نے بفضلہ تعالیٰ وہاں بھر پور طریقہ سے دیدیا ہے اب یہاں اسے دوہرانا باعث طول ہے اب یہاں طاقت وہابیہ سے مخاطب ہوں کہ اگر آپ کو عداوت و عناد کے باعث امام ابو حنیفہ اور امام محمد رضی اللہ عنہما کی سند قبول نہیں تو آؤ ہم تمہیں اس کے علاوہ اس کا متابع دیکھا دیتے ہیں اسے ہی مان لو اور ضد چھوڑو مصنف عبد الرزاق میں ہے۔ عَنِ عَبْدِ الرَّزَاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَرْبَعٌ يَخْفِيْنَهُنَّ الْاَسْمَاءُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالْاِسْتِغَاذَةُ وَاعِيْنِ وَادَّا قَالَ سَمِعْتُ اللّٰهَ كَمَنْ حَمِدَهُ قَالَ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔ (ج ۲ ص ۸۷)

یعنی ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ چار چیزیں امام آہستہ کہے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم اور آئین اور جب کہے سَمِعْتُ اللّٰهَ لَمَنْ حَمِدَهُ تَوَرَّيْنَا لَكَ الْحَمْدُ کو آہستہ پڑھے۔ اس روایت کے تمام راوی ثقہ و محدثین ہیں۔

غیر مقلد کا دوسرا اعتراض

اس کی سند کی حیثیت سے قطع نظر آئیے ذرا اسے کوئی خراب پر چڑھا کر دیکھیے کہ کیا یہ واجب العمل اور لائق دلیل ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: اِذَا جَاءَ التَّحْدِيْثُ صَحِيْحُ الشَّيْخِ الْمُسْنَدِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ اَخَذْنَاهُ وَاِذَا جَاءَ

عَنْ أَصْحَابِهِ نَحْنُ نَرْنَاهُ وَكَمْ نَخْرُجُ مِنْ قَوْلِهِمْ وَإِذَا جَاءَ عَنِ السَّابِقِينَ
رَأَوْا حَفَنَاتِهِمْ۔ ہمیں جب کوئی حدیث صحیح الاسناد مل جاتی ہے تو اس کو لیتے ہیں اور جب
صحابہ کے اقوال و آثار ملتے ہیں تو ان میں سے کسی ایک کو منتخب کر لیتے ہیں اور ان کے
دارہ عمل سے نہیں نکلتے البتہ جب کسی تابعی کا قول آتا ہے اس سے حراست کرتے
ہیں۔ (المجہد ص ۲۰۲)

لہذا اگر اس کو صحیح بھی تسلیم کیا جائے تو بھی احادیث صحیحہ مرفوعہ کے بالمقابل امام
ابراہیم نخعی کے قول کی کیا حیثیت ہے۔

الجواب اولاً: یہ بات درست ہے کہ جھوٹا حافظہ نہیں رکھتا اس سے قبل قرأت
کے باب میں وہابی صاحب الزام لگا چکا ہے کہ احتلاف کے نزدیک صحابہ کا قول و فعل
حجت نہیں لہذا انہیں حق نہیں پہنچتا کہ صحابہ کے اقوال و افعال کو حجت بنا لیں اب خود ہی
امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے ثابت کر رہا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم کا قول
و فعل احتلاف کے نزدیک حجت ہے۔

ثانیاً: تابعی کے قول کے حرام ہونے سے مراد کہ جب وہ ظاہر شرع کے خلاف
لگتا ہو یا قیاس عقلی کے خلاف ہو یا کسی مسئلہ کی بنیادی اس پر ہو تو پھر اسے دیکھا جائے
گا مطابقت ہو جائے تو قابل عمل ہے ورنہ چھوڑ دیا جائے گا اب دیکھیں کہ حضرت
ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ان احادیث کے موافق ہے جن میں آمین آہستہ
کہنے کا ثبوت ہے اور صحابہ کے ان ارشادات کے بھی مطابق ہے جن میں آمین آہستہ
کہنے کا ذکر ہے پھر یہ قابل عمل کیونکہ نہ ہو۔ واضح رہے کہ حکیم الامت مفتی احمد یار خاں
نہجی رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ آہستہ آمین کے ثبوت پر تقلید دلائل کے بعد عقلیہ دلائل بھی
دئے ہیں جن کا وہابی جنی سے کوئی جواب نہیں بن سکا اس لیے وہابی صاحب نے
خاموشی و چشم پوشی میں عافیت جانی اسے معلوم تھا کہ مفتی صاحب کے عقلی دلائل کا
جواب دینے سے اپنی بے عقلی ظاہر ہو جائے گی۔ بہر حال قارئین کے استفادہ کے لیے
مفتی صاحب کے عقلی دلائل کو یہاں لکھ دینا مناسب ہے۔ فرماتے ہیں:

آمین آہستہ کہنے پر عقلی دلائل

عقل بھی چاہتی ہے کہ آمین آہستہ کہی جائے کیونکہ آمین قرآن کریم کی آیت یا
کلمہ قرآن نہیں اسی لیے نہ جبرائیل امین اسے لائے نہ قرآن میں لکھی گئی بلکہ دُعا اور
ذکر اللہ ہے تو جیسے کہ ثناء التحیات درود ابراہیمی دُعا ماثورہ وغیرہ آہستہ پڑھی جاتی ہیں
ایسے ہی آمین بھی آہستہ ہونی چاہیے یہ کیا کہ تمام ذکر آہستہ ہوئے آمین پر تمام لوگ چیخ
پڑے یہ چیخنا قرآن کے بھی خلاف ہے احادیث صحیحہ کے بھی صحابہ کرام کے عمل کے بھی
اور عقل سلیم کے بھی رب تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔

دوسرے اس لیے کہ اگر مقتدی پر سورہ فاتحہ بھی فرض ہو اور اسے آمین کہنے کا بھی
حکم ہو تو مقتدی سورہ فاتحہ کے درمیان میں ہو اور امام ولا الضالمین کہے دے اب اگر یہ
مقتدی آمین نہ کہے تو اس سنت کا خلاف ہوا اور اگر آمین کہے اور چیخے تو آمین درمیان
میں آئے گی قرآن میں غیر قرآن آئے گا۔ اور درمیان سورہ فاتحہ کے شور مچے گا۔ وہابی
صاحب نے مذکورہ عقلی دلائل کا جواب نہ دے کر ثابت کر دیا کہ ان کا مذہب خلاف
عقل ہے۔ جاء الحق سے دوسری فصل اس مسئلہ پر اعتراضات و جوابات میں۔

اب تک ہم نے غیر مقلدین کے جس قدر اعتراضات سنے ہیں تفصیل وار مع
جوابات عرض کر دیئے ہیں اعتراض نمبر ۱ آمین دُعا نہیں ہے لہذا اگر یہ بلند آواز سے کہی
جائے تو کیا حرج ہے۔ رب نے دُعا آہستہ کہنے کا حکم دیا ہے نہ کہ دیگر اذکار کا جواب
آمین دُعا ہے اس کا دُعا ہونا قرآن شریف سے ثابت ہے دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے
بارک و الہی میں دُعا کی: رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَيْنَا اَسْمَاءَ الْيَوْمِ وَ اَشْهَدْ عَلَيْنَا قُلُوبِهِمْ فَلَا
يُؤْمِنُوْا حَتَّى يَذُوْا الْعَذَابَ الْاَلِيمَ۔ اے رب! ہمارے ان کے مال برباد کر دے اور
ان کے دل سخت کر دے کہ ایمان نہ لائیں جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔
تب نے ان کی دُعا قبول فرماتے ہوئے ارشاد کیا: فَذُوْا اُجْبِيْثْ ذَعُوْكُمْ ثُمَّ
لَا تُسْقِطُكُمْ۔ رب نے فرمایا: تمہاری دونوں کی دُعا قبول کی گئی تو ثابت قدم رہو فرمائیے
اے صرف موسیٰ علیہ السلام نے مانگی تھی مگر رب نے فرمایا کہ تمہاری دونوں کی دُعا قبول

کی گئی۔ یعنی تمہاری اور حضرت ہارون کی۔ حضرت ہارون نے دُعا کب مانگی تھی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی دُعا پر آمین کہا تھا۔ رب نے آمین کو دُعا فرمایا: معلوم ہوا کہ آمین دُعا ہے اور دُعا آہستہ ہونا چاہیے۔ یہ مسائل قرآن میں سے ہیں۔ واضح رہے کہ فریق ثانی نے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قرآن سے معقول استدلال کا کہ آمین دُعا ہے کوئی جواب نہیں دیا یہ بچارہ جواب کیا دینا اس کا جواب تو پوری وہابی قوم کے پاس سے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قرآن کریم کے مذکورہ آیتوں سے آمین کا دُعا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

غیر مقلدوں کا جاء الحق سے اعتراض نمبر ۲

ترمذی شریف میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ وَقَالَ آمِينَ وَمَذْبُهَا صَوْتُهُ۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا کہ آپ نے غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پڑھا اور آمین فرمائی اپنی آواز کو اس پر بلند کیا۔ معلوم ہوا کہ آمین بلند آواز سے کہنا سنت ہے۔ جواب آپ نے حدیث کا ترجمہ غلط کیا اس میں مدارشاد ہوا مَقْدَمٌ سے بنا۔ اس کا معنی بلند کرنا نہیں بلکہ آواز کھینچنا ہے مطلب یہ ہے کہ حضور نے آمین بروزن کریم قصر سے نہ فرمائی۔ بلکہ بروزن قائلین الف اور یم خوب کھینچ کر پڑھی۔ لہذا اس میں آپ کی کوئی دلیل نہیں ترجمہ کی غلطی ہے۔ خیال رہے کہ مدی مقابل قصر ہے اور خفاء کا مقابل جبر رفع کا مقابل خفض ہے اگر یہاں جبر ہوتا تو دلیل صحیح ہوتی جبر کسی روایت میں نہیں۔ رب فرماتا ہے: إِنَّهُ يَسْمَعُ الْخُفْوَ وَالْجَهْوَ بِسُخْفَى۔ بے شک رب تعالیٰ جانتا ہے بلند اور پست آواز کو۔ دیکھو رب نے یہاں خفاء کا مقابل جبر فرمایا ہے نہ کہ مدی

اس پر غیر مقلد کا پہلا اعتراض

حدیث میں مدی بصوت کے الفاظ ہیں یعنی آواز کو کھینچنا۔ مدی اللہ یعنی الف کو کھینچنے کے الفاظ نہیں لہذا فریق ثانی پر لازم ہے کہ وہ لغت عرب سے ثابت کرے کہ اللہ

صوت الف کے معنی میں بھی آتا ہے۔ الجواب اولاً: آپ کا مدعی علم تو یہ ہے کہ آپ مفتی صاحب کی ظاہر عبارت کو بھی نہیں سمجھے وہابی صاحب الف یا واو کو حروف مدی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ حروف آواز کھینچنے سے پیدا ہوتے ہیں خواہ بلند آواز کو کھینچا جائے یہ آہستہ کو مدی مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مراد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بروزن قائلین الف اور یم کو کھینچنا یعنی الف اور یم کو پورا ادا فرمایا بہت افسوس ہے کہ غیر مقلد مفتی صاحب کے عالمانہ جواب پر جاننا نہ اعتراض گھڑ رہا ہے۔

غیر مقلد قرآن کا فیصلہ ہی مان لیں

ثانیاً: وہابی ضد چھوڑیں قرآن کا فیصلہ ہی مان لیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رِزْقًا وَسَعَةً وَأَنْهَارًا۔ (سورۃ الرعد پارہ ۱۳) اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلا یا اور اس میں نلگر اور نہریں بنائیں۔ ترجمہ کنز الایمان۔ الامام ابولحسن محمد بن ولید الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اب آپ اپنے مذہبی پیشواؤں سے مد کے معنی ملاحظہ کریں۔ اسی آیت کا ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی وحید الزماں صاحب نے تفسیر وحیدی میں محمد جونا زہمی نے تفسیر احسن البیان میں۔ سید احمد حسن تفسیر احسن التفسیر میں۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری تفسیر شامی میں مَدَّ الْأَرْضَ کا ترجمہ زمین کو پھیلا یا کیا ہے۔ زمین کو بلند یا اونچا کیا نہیں کیا اور ترجمہ تفسیر فوائد سلفیہ میں مد الارض کا ترجمہ زمین کو کھینچنا کیا ہے۔ اب وہابی صاحب بتائیں کہ اس کے ہم مذہبوں نے مد کے معنی میں تحریف کی ہے؟ اگر نہیں تو پھر مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر تحریف کا الزام کیوں اور انہوں سے چشم پوشی کیوں؟ کیا اسلام میں دوسرے رویہ کی اجازت ہے قطعاً نہیں خدا را خدا سے ڈرو اور ضدو تعصب اور مذہبی پاسداری ترک کرو۔

وہابی صاحب کا دوسرا اعتراض

بالفرض اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ مدی بصوت کا معنی الف کو کھینچنا ہے (حالانکہ یہ غلط ہے) تو تب بھی یہ معنی ان کے مخالف ہے کیونکہ راوی نے الف کہا ہونے کی آواز

سنی تھی تو جب ہی اس کو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آواز کو کھینچنا ہے۔

(نام نہاد دین الحق ص ۲۲۰)

الجواب اولاً: کتب احادیث میں یہ روایات بکثرت موجود ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر و عصر میں فلاں فلاں سورۃ پڑھتے تھے حالانکہ ان دونوں نمازوں میں آہستہ قرأت واجب ہے تو کیا اس سے بلند قرأت کا ہونا لازم آتا ہے؟ اگر یہاں سنا جہر کو مقتضی نہیں تو آمین سننے میں بھی نہیں نہ مانوں تو جو جواب ظہر و عصر کی قرأت میں تمہارا ہے وہی آمین میں ہمارا ہے۔

ثانیاً: آمین سننے کا ایک سبب یہ ہے کہ حضور سے قریب کے نمازی سانس جیسی دھیمی آواز سن کر معلوم کرتے اور یہ اخفی کے منافی نہیں دوسرا یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی ہوائے تعلیم قدرے آواز نکالتے جسے قریب والے حضرات سن لیتے۔

غیر مقلد کا تیسرا اعتراض

مدبھا صوتہ کا معنی آواز کو بلند کرنا ہی ہے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے (الْمُؤَدِّنُ يَغْفِرُ لَهُ مَدَى صَوْتِهِ مَشْكُوفَةً) اس کا معنی حاشیہ مشکوۃ پر خفیٰ کھینچے ہیں: اِنَّ الْمَغْفُورَةَ مُقَدَّرَةٌ بِقَدْرِ هُوَ اَرْفَعَ صَوْتَهُ۔ یعنی مؤذن کے لیے مغفرت مقدر ہے اس کی آواز بلند ہونے کے حساب سے۔ الجواب غیر مقلد صاحب نے حاشیہ مشکوۃ کے حوالہ سے مد کا معنی بیان کرنے میں خیانت کی ہے وہ یہ کہ صاحب حاشیہ نے جو اس کا معنی بیان کیا اسے تو اس نے چھوڑ دیا اور جو ماحصل کے طور پر بیان کیا اسے اس نے لکھ دیا۔ اب دیانت داری سے وہ عبارت لکھی جاتی ہے جس میں مد صوتہ کا معنی بیان ہوا ہے۔ (قَوْلُهُ مَدَى صَوْتِهِ بِمَعْنَى اَنْ يَغْفِرَ لَهُ اِي يَغْفِرَ لَهُ مَدَى صَوْتِهِ۔ یعنی مدی دوزیروں کے ساتھ بمعنی انتہاء یعنی اس کی بخشش ہو جائیگی جہاں تک اس کی آواز جائیگی۔ الغرض مد کا معنی دراز ہونا کہا ہونا کھینچنا انتہا ہونا ہے۔ بلند ہونا یا بلند کرنا نہیں۔ اگر کسی جگہ اس کا معنی بلند کرنا آ بھی جائے تو مجازی ہوگا اور جب تک

حقیقت پر عمل ہو سکے اہل اصول مجاز کی طرف نہیں جاتے۔ وہابی صاحب آگے مزید لکھتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ حضرت ابو محمد درہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان سکھائی۔ اس میں ترجیع کا ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (فَلَمَّا اَرْجَعَ قَسَمَهُ مِنْ صَوْتِكَ) یعنی دوبارہ لوٹ اور اپنی آواز کو بلند کر۔ امام طحاوی حنفی فرماتے ہیں: اِنَّمَا تَحَدَّثُ لَدُنَّ اَكْبَا صَحْلُورَةً لَمْ يَمْدَدْ بِذَلِكَ صَوْتَهُ عَلَيَّ مَا اَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْجِعْ وَاعْبُدْ مِنْ صَوْتِكَ۔ شاید کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو محمد درہ کو دوسری اذان کا حکم اس لیے دیا ہو کہ انہوں نے پہلی بار اذان کے کلمات کو اتنی بلند آواز سے نہ کہا ہو جس قدر بلند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے جس کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو محمد درہ کو حکم دیا کہ اذان کو اچھی طرح بلند آواز سے کہے۔ لیجئے مفتی صاحب مدبھا صوتہ کے معنی (آواز بلند کرنے) پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ امام طحاوی کے دیکھ لگی وصول کیجئے۔ (نام نہاد دین الحق ص ۲۲۱)

الجواب اولاً: وہابی صاحب اپنا مذہب ثابت کرنے کی غرض سے مدبھا صوتہ کا معنی بار بار غلط کر رہے ہیں اگر امام طحاوی کا یہ احتمال بنانا مقصود ہوتا کہ شاید پہلے ابو محمد درہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آواز کو بلند نہ کیا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمات دہرانے کا حکم دیا تو پھر یوں کہے: لَمْ يَمْدَدْ بِذَلِكَ صَوْتَهُ۔ اس کے ساتھ ابو محمد درہ نے اپنی آواز کو بلند نہ کیا تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لکھوں کو دوبارہ کہو اور اَرْجِعْ بِهَا صَوْتَكَ۔ اور اپنی آواز بلند کرو۔ امام طحاوی کا ایسا نہ کہنا بلکہ لَمْ يَمْدَدْ بِذَلِكَ صَوْتَهُ کہنا اور رسول اللہ کی طرف امدد من صوتك کے الفاظ نسبت کرنا آپ کے ترجمہ اور مقصود دونوں کی تردید کرتا ہے۔

ثانیاً: حدیث ارشاد ہونے کا سبب بھی بتاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو محمد درہ کو حروف مد کو کھینچ کر صحیح ادا کیگی کے لیے اذان کلمات دوبارہ کا حکم دیا کیونکہ آپ ان کو اذان کی تعلیم دے رہے تھے۔ تو حروف مد کو نہ کھینچنے سے معانی میں خلل آتا

ہے۔ حالانکہ اگر آپ امام طحاوی کی بات مانتے ہیں وہ تو فرما رہے ہیں کہ اذان میں ترجمہ کا سبب ابوہریرہؓ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی کے مطابق حروف کو نہ کھینچنا تھا مگر تم وہابی لوگ ترجمہ کو مسنون جانتے ہو امام طحاوی کی بات کیوں نہیں مانتے حالانکہ اپنے مقصد پر ان کا ارشاد بطور دلیل پیش کر رہے ہو کیا یہ دو رنگی چال نہیں تو اور کیا ہے۔

جاء الحق سے غیر مقلدوں کا اعتراض نمبر ۳

ابوداؤد شریف میں حضرت واکل بن حجر سے روایت ہے: قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قُيُوءَ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ آمِينَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يَكُونَ فِيهِ صَلَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَبَّ فَرَمَاتِي تَحْتَهُ وَلَا الضَّالِّينَ تَوَفَّرَاتِي تَحْتَهُ آمِينَ اور اس میں اپنی آواز شریف بلند فرماتے تھے۔ یہاں رفع فرمایا جس کے معنی ہیں بلند اونچا کیا۔ معلوم ہوا کہ آمین اونچی آواز سے کہنا سنت ہے۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ واکل بن حجر کی اصل روایت میں مد ہے جیسا کہ ترمذی شریف میں وارد ہوا جس کے معنی کھینچنے کے ہیں نہ کہ بلند کرنا۔ یہاں اسناد کے کسی راوی نے روایت بمعنی کی مد کو رفع سے تعبیر فرمایا اور مراد وہی کھینچنا ہے نہ کہ بلند کرنا روایت بمعنی کا عام دستور تھا۔ دوسرے یہ کہ ترمذی اور ابوداؤد کی روایتوں میں نماز کا ذکر نہیں صرف حضور کی قرأت کا ذکر ہے ممکن ہے کہ نماز کے علاوہ خارجی قرأت کا ذکر فرمایا ہو مگر جو روایات ہم نے پیش کی ہیں ان میں نماز کا صراحۃً ذکر ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں اور یہ احادیث ہمارے خلاف نہیں۔ تیسرے یہ کہ احادیث بالجہر اور خفی کی احادیث میں تعارض ہے مگر جہروانی احادیث قرآن کریم کے خلاف ہیں لہذا چھوڑنے کے لائق ہیں اور آہستہ کی روایتیں قرآن کے مطابق ہیں لہذا واجب العمل ہیں۔ چوتھے یہ کہ آہستہ آمین کی حدیثیں قیاس شرعی کے موافق ہیں اور جہری آمین کی حدیثیں اس کے خلاف لہذا آہستہ آمین کی حدیثیں قابل عمل ہیں اس کے خلاف قابل ترک قرآنی آیتوں اور قیاس شرعی کا ذکر ہم پہلی فصلی میں کر چکے ہیں پانچویں یہ کہ آمین جہری والی حدیثیں قرآن شریف سے اور ان احادیث سے جو ہم پیش کر چکے ہیں منسوخ ہیں اسی لیے صحابہ ہمیشہ آہستہ آمین کہتے

تھے اور اس کا حکم دیتے تھے اور زور سے آمین کہنے سے منع کرتے تھے جیسا کہ پہلی فصل میں ذکر کیا گیا اگرچہ ہر کی حدیثیں منسوخ نہیں تھیں تو صحابہ نے عمل کیوں چھوڑ دیا۔ مخفی نہ رہے کہ غیر مقلدوں کے مذکورہ اعتراض نمبر ۳ کا جو مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے معقول دلائل و مفصل جواب دیا ہے غیر مقلد نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا یا معلوم جواب دینے سے اسے کیا مجبوری درپیش تھی۔ اب جاء الحق سے غیر مقلدوں کا اعتراض نمبر ۴ اور مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا جواب ملاحظہ ہو، امین ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: كُنَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ قَالِ اٰمِيْنَ حَتّٰى يَسْمَعَهَا اَهْلُ الصَّفِّ الْاَوَّلِ فَيَرْتَجِعُ بِهَا الْمَسْجِدُ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غیر المغضوب علیہم وَلَا الضَّالِّينَ فرماتے تو آمین فرماتے یہاں تک کہ پہلی صف والے سن لیتے تو مسجد گونج جاتی تھی اس حدیث میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں یہاں تو مسجد گونجنے کا ذکر ہے گونج بغیر شور پیدا نہیں ہوتی۔ جواب اس اعتراض کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ آپ نے حدیث پوری پیش نہیں کی اول عبارت چھوڑ دی ہے وہ یہ ہے: عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ تَرَكْنَا النَّاسَ الْقَائِمِيْنَ وَكُنَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ الخ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ عام صحابہ نے بلند آواز سے آمین چھوڑ دی تھی جس پر سیدنا ابو ہریرہ یہ شکایت فرما رہے ہیں اور صحابہ کا کسی حدیث پر عمل چھوڑ دینا اس حدیث کے نسخ کی دلیل ہے یہ حدیث تو ہماری نائید کرتی ہے نہ کہ تمہاری دوسرے یہ کہ اگر یہ حدیث صحیح مان بھی لیں چاہے تو عقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے اور جو حدیث عقل و مشاہدہ کے خلاف ہے وہ قابل عمل نہیں خصوصاً جب کہ تمام احادیث مشہورہ اور آیات قرآنیہ کے بھی خلاف ہو کیونکہ اس حدیث میں مسجد گونج جانے کا ذکر ہے حالانکہ گنبد والی مسجد میں گونج پیدا ہوتی ہے نہ کہ چھپر والی مسجد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد آپ کے زمانہ میں معمولی چھپر والی تھی وہاں گونج پیدا ہو ہی کیسے سکتی تھی آج کوئی غیر مقلد صاحب چھپر والے گھر میں شور مچا کر گونج پیدا کر کے دیکھائے۔ انشاء

اللہ جیسے جیسے مرجائیں مگر گونج نہ پیدا ہوگی۔ اس اعتراض کے باقی وہ جواب ہیں جو اعتراض نمبر ۳ کے ماتحت عرض کیے گئے۔ تیسرے یہ کہ یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہے۔ رب فرماتا ہے: لَا تَوْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔ اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچ نہ کرو۔ اگر صحابہ نے اتنی اونچی آئیں کہ مسجد گونج گئی تو ان سب کی آواز حضور کی آواز سے اونچی ہو گئی قرآن کریم کی صریح مخالفت ہوئی جو حدیث مخالف قرآن ہو قابل عمل نہیں۔ مفتی نہ رہے کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وہابیوں کے مذکورہ اعتراض کے مدلل و مفصل جواب کا غیر مقلد کوئی جواب نہیں دے سکا یہ احناف کی واضح فتح ہے۔ اب غیر مقلدوں کا اعتراض نمبر ۵ اور مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب ملاحظہ ہو: بخاری شریف میں ہے۔ قَالَ عَطَاءُ أَمِينُ دُعَاءِ أَمِّنَ إِبْنِ السُّبَيْرِ وَمَنْ وَرَاءَهُ حَتَّى آتَى الْمَسْجِدَ لِلْجَمْعِ۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ آئین دُعا ہے اور حضرت ابن زبیر اور اس کے پیچھے والوں نے آئین کی یہاں تک کہ مسجد میں گونج پیدا ہو گئی اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ آئین اتنی جگہ کرنا چاہیے کہ مسجد گونج جائے۔

جواب: اس اعتراض کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا پہلا جملہ ہمارے مطابق ہے کہ آئین دُعا ہے اور قرآن کریم فرماتا ہے کہ دُعا آہستہ مانگو دیکھو فصل اذان دوسرے یہ کہ اس حدیث میں نماز کا ذکر نہیں نہ معلوم کہ خارج نماز یہ تلاوت ہوئی یا نماز میں ظاہر یہ ہے کہ خارج ہوگی نہ کہ ان احادیث کے خلاف نہ ہو جو ہم نے پیش کیں۔ تیسرے یہ کہ حدیث عقل و مشاہدہ کے خلاف ہے کیونکہ کئی اور چمچروانی مسجد میں گونج پیدا نہیں ہو سکتی۔ لہذا واجب التاویل ہے۔ جناب اگر قرآن کی آیت بھی عقل و مشاہدہ کے خلاف ہو تو وہ یہاں تاویل واجب ہو جاتی ہے ورنہ کونہ لازم آ جاتا ہے آیات صفات کو مشاہدہ مان کر صرف ایمان لاتے ہیں اس کے ظاہر معنی نہیں کرتے کیونکہ ظاہری معنی عقل شرعی کے خلاف ہے جیسے بَسْمُ اللَّهِ فَوْقَ أَلْبَدِنِهِمْ۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ فَاسْمَعُوا لِقَوْلِ اللَّهِ وَجَدُوهُ۔ تم جہر پھر جہر دے ادر

ی اللہ کا منہ ہے۔ خدا کے لیے ہاتھ منہ ہونا عقل کے خلاف ہے لہذا یہ آیات واجب التاویل ہیں رب فرماتا ہے: قَوْلًا جَدًّا هَا تَغْرُبُ فِي عَيْنِي حَمِيَّةٍ۔ ذوالقرنین نے سورج کو کچھڑ کے چشمے میں ڈوبتے دیکھا۔ سورج کا ڈوبتے وقت آسمان سے اترنا اور کچھڑ میں ڈوبنا خلاف عقل تھا لہذا اس کی تاویل کی جاتی ہے یہ تاویل ہمارے حاشیہ القرآن میں ملاحظہ کرو۔ جناب حدیث پڑھنا اور ہے حدیث سمجھنا کچھ اور خلاصہ یہ ہے کہ ایسی کوئی حدیث صحیح مرفوع موجود نہیں جس میں نماز میں آئین بالجہر کی تصریح ہو ایسی صحیح حدیث نہ ملی ہے نہ ملے گی وہابیوں کو چاہیے کہ ضد چھوڑیں اور صدق دل سے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن پکڑیں کہ یہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ ہے۔ اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق ہمارے حاشیہ بخاری عربی میں ملاحظہ فرماؤ۔ یاد رہے غیر مقلدوں کے مذکورہ اعتراض کا مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عاملانہ مدلل جواب دیا ہے۔ وہابی صاحب نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا باقی مجبور ہوں سے قطع نظر اس صاحب کی ایک مجبوری یہ بھی ہو سکتی ہے کہ قبل ازیں یہ صاحب آئین کے دُعا ہونے کا انکار ہی ہو چکا ہے جب کہ اعتراض کے ضمن میں لکھی گئی روایت میں اس کا واضح طور پر دُعا ہونا ثابت ہے واضح رہے کہ اب تک حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے غیر مقلدوں کے پانچ اعتراضوں کے معقول مدلل اور مفصل عاملانہ قائلانہ جوابات دیئے ہیں جب کہ غیر مقلد نے ان میں سے ایک کا جواب دیا جس کا حال قارئین نے خود دیکھ لیا۔ اب جاء الحق سے غیر مقلدوں کا اعتراض نمبر ۶ ملاحظہ ہو۔ آہستہ آئین کے متعلق آپ نے جس قدر حدیثیں پیش کی ہیں وہ سب ضعیف ہیں اور ضعیف سے استدلال نہیں کر سکتے (واقی پرانا یاد کیا ہوا سبق) دیکھو واکل بن جحر کی ترمذی والی روایت جو ہم نے پیش کی اس کے متعلق امام ترمذی فرماتے ہیں: حَدِيثٌ مُسْلِيٌّ أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ شُعْبَةَ فِي هَذَا إِلَيَّ أَنْ وَقَالَ وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ وَإِنَّمَا هُوَ مَدْبِهَا صَوْتَهُ۔ آئین کے بارے میں سفیان کی حدیث زیادہ صحیح ہے شعبہ کی حدیث سے شعبہ یہاں کہتے ہیں خفض یعنی

حضور نے پست آواز سے کہا حالانکہ مد ہے یعنی آواز کھینچ کر آئین فرمائی۔ جواب شکر ہے کہ آپ مقلد تو ہوئے امام ابو حنیفہ کے نہ کسی امام ترمذی کے سہی کہ ہر جرح آنکھ بند کر کے قبول کر لیتے ہیں۔ جناب اس حدیث کے ضعف کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہ آپ کے خلاف ہے اگر آپ کے حق میں ہوتی تو آنکھ بند کر کے مان لیتے آپ کے سوال کے چند جواب ہیں:

- ۱- ایک یہ کہ ہم نے آہستہ آہستہ کی چھبیس سندیں پیش کیں کیا سب سندیں ضعیف ہیں اور سب میں شعبہ راوی آرہے ہیں اور شعبہ ہر جگہ غلطی کر رہے ہوں یہ ناممکن ہے۔
- ۲- دوسرے یہ کہ اگر یہ چھبیس اسنادیں ساری کی ساری ضعیف بھی ہوں جب بھی سب مل کر قوی ہو گئیں جیسا کہ ہم مقدمہ میں عرض کر چکے ہیں۔
- ۳- تیسرے یہ کہ شعبہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بعد اسناد میں شامل ہوئے جن سے یہ حدیث ضعیف ہوئی امام صاحب کو یہی حدیث بالکل صحیح مانی تھی بعد کا ضعف پہلے والوں کو مسخر نہیں۔
- ۴- چوتھے یہ کہ اگر پہلے ہی سے یہ حدیث ضعیف تھی جب بھی اہم اعظم سراج الامت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول فرما لینے سے قوی ہو گئی۔ جیسا کہ ہم مقدمہ میں عرض کر چکے ہیں۔
- ۵- پانچویں یہ کہ چونکہ اس حدیث پر عام امت مسلمہ نے عمل کر لیا ہے لہذا حدیث کا ضعف جاتا رہا اور حدیث قوی ہو گئی۔ جیسا کہ ہم مقدمہ میں عرض کر چکے ہیں۔
- ۶- یہ کہ اس حدیث کی قرآن کریم تائید کر رہا ہے اور بلند آواز کی حدیث قرآن کے خلاف ہے لہذا آہستہ کی حدیث قرآن کی تائید کی وجہ سے قوی ہو گئی جیسا کہ ہم مقدمہ میں عرض کر چکے ہیں۔

۷- ساتویں یہ کہ اس حدیث کی قیاس شرعی تائید کر رہا ہے اور بلند آواز کی حدیث قیاس شرعی کے اور عقل شرعی کے خلاف ہے لہذا آہستہ آہستہ کی حدیث قوی ہے اور بلند آواز کی حدیث ناجائز عمل غرض کہ آہستہ آہستہ کی حدیث بہت قوی ہے اس پر عمل

چاہیے۔

اس پر غیر مقلد صاحب کا پہلا اعتراض اگر ۲۶ اسناد سے مفتی صاحب کی مراد واکل بن حجر کی ہیں تو یہ مفتی صاحب کا خالص مغالطہ اور صریحاً کذب بیانی ہے اس قدر اسناد تو کچا فریق ثانی حضرت شعبہ کا ہمیں متابع دیکھا دیں ہم کسی دوسری علیحدہ سند کا مطالبہ نہیں کرتے۔

ثانیاً۔ اگر ۲۶ اسناد سے یہ مراد ہے کہ مفتی صاحب نے کل دلائل انشاء آئین پر اتنی روایات پیش کی ہیں تو بھی غلط بیانی ہے۔ الجواب بعون الوہاب وهو موفق للصدوب۔ اولاً مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ دعویٰ ہی نہیں کیا کہ حضرت شعبہ کی چھبیس اسنادیں ہیں تو پھر وہابی کا ان کی ذمہ مغالطہ اور کذب لگانا خلاف انسانیت ہے۔

ثانیاً: اس میں کوئی ابہام ہے ہی نہیں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خوالہ نمبر سے ظاہر ہے کہ چھبیس اسناد سے مراد روایات کی مختلف اسناد ہیں۔ راویوں اور ان محدثین کے اعتبار سے جنہوں نے اپنی کتب میں روایت کیں۔ رہا یہ مطالبہ کہ امام شعبہ کا متابع دکھاؤ تو شعبہ کا متابع حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ غیر مقلد کا دوسرا اعتراض صحیح احادیث کے بالفاظیل ضعیف سند سے جس قدر بھی روایات ہوں وہ قابل اعتبار اور لائق عمل نہیں ہوتی۔ چنانچہ ماعلیٰ قاری ظنی فرماتے ہیں: **إِنَّ الضَّعِيفَ بِالنَّحْدِثِ الضَّعِيفُ مُخَالِفٌ إِذَا لَمْ يَكُنْ مُخَالِفًا لِلنَّحْدِثِ الضَّعِيفِ**۔ یعنی ضعیف حدیث پر عمل کرنا تب جائز ہے جب صحیح کے خلاف نہ ہو۔

الجواب اولاً: ماعلیٰ قاری علیہ رحمۃ الہاری کی مذکور عبارت ہمارے خلاف نہیں خود وہابیوں کے خلاف ہے کیونکہ جب کوئی صحیح حدیث بھی وہابی دھرم کے خلاف ہو تو اسے خلاف بھرم جان کر ضعیف و موضوع کہے کر چھوڑ دیتے ہیں۔

ثانیاً: غیر مقلد کی تحریر سے معلوم ہوا کہ یہ صاحب بزم خود آہستہ پر اہناف کی پیش کردہ تمام احادیث کو ضعیف جانتا ہے اور اپنے مذہب کی روایتوں کو صحیح کہہ

بفضلہ تعالیٰ وہابی جی کی آنکھیں کھولنے اور اس کا زعم بے بنیاد ثابت کرنے کو احناف کے مؤقف کی احادیث کی صحت سے بیان کر دیتے ہیں۔

آئین آہستہ کے ثبوت پر احادیث کی صحت کا بیان

اَوَّل: علامہ نبوی نے اپنی آخر السنن میں حضرت سرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث دو سندوں سے نقل کی ابو داؤد اور دارقطنی ابو داؤد کی سند کے منقول فرمایا: **إِسْنَادُهُ صَالِحٌ** یعنی اس کی اسناد درست ہے اور دارقطنی کی سند کو فرمایا: **قَالَ أَبُو عِيْسَى خَدِیْتُ سَمْعَهُ إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ** یعنی امام ترمذی ابو عیسیٰ نے فرمایا کہ حضرت سرہ رضی اللہ عنہ کی سند صحیح ہے یعنی اس حدیث کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز میں دو جگہ سکتے فرماتے:

اَوَّل۔ ایک سورہ فاتحہ شروع کرنے سے پہلے (یعنی ثناء تعوذ اور تسبیح کے لیے) اور دوسرا **وَلَا الضَّالِّیْنَ** کے بعد (اور وہ آئین آہستہ کہنے پر ہوتا)

دوم۔ اسی میں علامہ نبوی ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کی روایت مصنف عبد الرزاق سے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: **وَأِسْنَادُهُ صَحِيحٌ**۔ اس روایت کی اسناد صحیح ہے۔ اس روایت میں ہے کہ امام پانچ چیزیں آہستہ کہے ان میں آئین کا بھی ذکر فرمایا۔

حضور نے سورہ فاتحہ کے بعد آئین آہستہ کہی

سوم۔ محدث طبرانی اپنی طبرانی کبیر ج ۲۲ ص ۳۷ پر نقل فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ الْمُقَاتِلِ قَالُوا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عُبَيْسٍ يُخْبِرُ عَنْ وَائِلِ بْنِ الْحَضَرَمِيِّ أَنَّهُ وَصَّلَى عَخْلَفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَالَ وَلَا الضَّالِّیْنَ قَالَ أَمِينَ فَأَخْفَى بِهَا صَوْتَهُ۔

یعنی شعبہ کی سند سے حضرت وائل ابن حجر حضری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی جب **وَلَا الضَّالِّیْنَ** فرمائی تو آئین فرمائی تو آواز مبارک کو آہستہ رکھا۔ اسی کے تحت حاشیہ پر

ہے کہ:
رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَصَحَّحَهُ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَوَأَفَقَهُ الدَّهْلِيُّ وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ الطَّبَّالِيُّ فِي مُسْنَدِهِ وَمِنْ طَرِيقِهِ التَّبَهِيُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلَمَةَ۔

اسے حاکم نے روایت کیا اور اسے صحیح کہا شیخین کی شرط پر اور علامہ ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی اور اسے روایت کیا ابو داؤد و طحاہی نے اور اسی کے طریق سے امام بیہقی نے اسے حضرت شعبہ سے روایت کیا اس نے سہمہ سے۔ اب اس سے فریق ثانی کی تشفی و تسلی ہو جانی چاہیے جو کہ امام شعبہ کی روایت کو ضعیف کہہ رہا ہے۔

چہارم۔ مصنف ابن ابی شیبہ کی اضافی جلد ۹ کے مقدمہ پر امین صندر صاحب بیان کرتے ہیں:

وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ عَمِّهِ أَحْمَدَ وَالتَّمِيمِيِّ وَالْكَارِيِّ بِسَنَدٍ صَحِيحٍ۔ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ فَقُولُوا أَمِينَ لِمَا فِي السُّنَنِ فَقُولُوا أَمِينَ وَإِنْ الْإِمَامُ يَقُولُ أَمِينَ فَمَنْ وَافَقَ تَابَتْ لَهُ تَابِعِينَ الْمَلَائِكَةُ غَيْرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

”اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث امام احمد اور نسائی اور دارمی کے نزدیک سند صحیح مروی ہے (جس میں ارشاد ہے) جب امام غیر الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ کہے تو تم آئین کہو اس لیے کہ ملائکہ آئین کہتے ہیں جب امام آئین کہے تو جس کی آئین فرشتوں کی آئین کے موافق ہو گئی اس کے سابقہ گنہ بخش دیے جائیں گے۔“

اس پر صاحب مقدمہ لکھتے ہیں:
وَقَوْلُهُ إِنَّ الْإِمَامَ يَقُولُ أَمِينَ۔ فِيهِ دَلَالَةٌ ظَاهِرَةٌ عَلَى الْأَخْفَاءِ بِأَمِينٍ وَلَا مَا أَخْبُرَ إِلَى بَيَانِ مَا بَعَثَهُ الْإِمَامُ۔

”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد میں کہ بے شک امام بھی آئین کہتا

ہے۔ آہستہ آہستہ کہنے پر واضح دلالت ہے در نہ امام کا فضل بیان کرنے کی حاجت ہی کیا تھی۔

اب غیر مقلد کا تیسرا اعتراض ملاحظہ ہو

مفتی صاحب نے نہ تو ہمارے اعتراض کو سمجھا ہے اور نہ ہی فن رجال میں غور کیا ہے ہمارا اعتراض یہ ہے کہ اصل روایت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش سے بھی قبل (رَجَعَ بِهَا صَوْتَهُ) کے الفاظ تھے اور امام سلمہ بن کھیل ثانی تک یہ روایت اسی طرح منقول تھی جس میں امام شعبہ کو وہم ہوا ہے۔ رہا یہ اعتراض کہ (خَفَضَ صَوْتَهُ بِهَا صَوْتَهُ) کے الفاظ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو صحیح اسناد سے مل گئے تھے اوّل تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے بریلوی علماء وہ روایت چیلن کریں جس میں انہوں نے سلمہ بن کھیل سے (خَفَضَ صَوْتَهُ بِهَا صَوْتَهُ) کے الفاظ روایت کیے ہیں کیونکہ سلمہ بن کھیل نے ۱۲۳ میں کوفہ میں وفات پائی تھی۔

دوم سلمہ بن کھیل کی وفات ۱۲۳ میں ہوئی اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۵۰ میں وفات پائی۔ جس سے واضح ہے کہ امام صاحب کی جین حیات میں امام سلمہ بن کھیل سے امام شعبہ نے روایت اخذ کی تھی جس کے بیان کرنے میں انہوں نے غلطی کی ہے۔ (مہناورین الحق ص ۳۹)

الجواب اولاً: ہم نے بفضلہ تعالیٰ حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی صحت و وجہ القدر محدثوں سے بیان کر دی ہے اب کوئی بھور غیر مقلد کی بات کہ حضرت شعبہ کی روایت ضعیف ہے قبول کرنے کو تیار نہ ہو گا۔

ثانیاً: غیر مقلد کا کہنا ہے کہ مفتی صاحب نے ہمارا اعتراض سمجھا نہیں وہ اعتراض کیا ہے وہ یہ کہ سلمہ کی اصل روایت میں رفع بجا صوت تھا مگر شعبہ کو غلطی ہوئی کہ اس نے رفع کو خفض سے بدل دیا یہ وہی رخصیوں والی بات ہوئی کہ حضرت عثمان کی بکری نے قرآن سے اہل بیت کی شان والی سورتوں کو کھالیا یعنی وہ بکری اتنی عقل مند تھی کہ اس نے قرآن میں سے پہچان کر اہل بیت کی شان بیان کرنے والی سورتوں کو کھالیا ایسے ہی

امام شعبہ کو اور کہیں غلطی نہ ہوئی اسے یہی غلطی ہوئی کہ وہابیوں کی دلیل رفع کو خفض سے بدل دیا یہ ہے ان بھانہ باز لوگوں کا حال۔

ثالثاً: سب وہابیوں کو چیلنج ہے کہ وہ ثابت کریں کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آہستہ آہستہ پر شعبہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ اگر یہ ثابت ہی نہ کر سکیں تو پھر امام صاحب کے استدلال میں کیسے ضعف آئے گا۔

غیر مقلد کا چوتھا اعتراض

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ امام صاحب کو اس حدیث کا مل جانا ثابت کیا جائے۔ ثانیاً: وخفض بجا صوت کے الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ امام کو آئین کہنی چاہیے حالانکہ امام صاحب کا موقف ہے کہ امام آئین کہے ہی نہ اگر انہیں یہ حدیث بقول مفتی صاحب مل گئی تھی تو اس کی مخالفت ہی کیوں کی؟ (مہناورین الحق ص ۳۹)

الجواب: یہ بات درست نہیں کہ امام صاحب اس کے قائل ہوں کہ امام آئین نہ کہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امام آئین کہے لیکن آہستہ ہم نے پہلے اس پر حوالہ پیش کیا ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الآثار میں بیان کیا کہ امام صاحب نے ابراہیم نخعی سے روایت کیا کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے ان میں آئین کا بھی ذکر کیا امام محمد نے اس جملہ کہا کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے۔ اور امام صاحب کے اسی قول پر ہی احناف کا عمل ہے۔

وہابی صاحب کا پانچواں اعتراض

فریق ثانی پہ لازم ہے کہ یہ ثابت کریں کہ احناف کے علاوہ امت سے اس پر کس کس نے عمل کیا ہے۔

ثانیاً: امت کا تعامل مختلف ہے لہذا تعامل سے ضعف کو دور کرنا مفتی صاحب کو تب مفید تھا جب احناف آئین پر اجماع امت کے علاوہ تاہن بالجمہر کی صحیح احادیث موجود نہ ہوتیں۔

الجواب اولاً: غیر مقلد کی عبارت سے ظاہر ہے کہ اجماع اُمت احادیث صحیحہ کے خلاف بھی ممکن ہے تب ہی تو اس نے قید لگائی کہ اجماع کے علاوہ تاہن بالجہر کی صحیح احادیث موجود نہ ہوتیں۔ حالانکہ احادیث صحیحہ کے خلاف تو اجماع اُمت ممکن ہی نہیں کیونکہ اجماع اُمت نص قرآنی اور حدیث متواترہ کا درجہ رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ اجماع صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے منکر کو عثمان نے کافر قرار دیا ہے اگر بعد والوں کا اجماع ہے تو اس پر بھی عمل لازم و فرض ہے نیز احادیث صحیحہ غیر منسوخہ کے خلاف عمل کرنا گمراہی پر جمع ہونا ہے جب کہ سب اُمت کا گمراہی پر جمع ہونا اُردوئے حدیث محال ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

اللہ میری اُمت کو گمراہی پر جمع نہیں کریگا

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّيَّيْ أَوْ
قَالَ أَمَّةٌ مُحَمَّدٍ عَلَى صَلَاحٍ وَيَدُّ اللَّهُ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شُدَّ شُدُّهُ
إِلَى النَّارِ (ترمذي جلد ١ ص ٢٩)

وہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہے شک اللہ میری اُمت کو یا فرمایا اُمت محمد کو گمراہی پر جمع نہ فرمانے کا اور اللہ کا دست (قدرت و حمایت) جماعت پر ہے اور جو جماعت سے جدا ہوا وہ دوزخ میں جدا ہوگا۔

ثانیاً: وہابی صاحب کا قول کہ فریقِ ثانی پہ لازم ہے کہ ثابت کریں اختلاف کے علاوہ کس کس نے اس پر عمل کیا ہے۔ اس کا جواب ہے کہ جب عمر فاروق علی المرتضیٰ ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے ہوا، بلند آئین نہ پڑھنا ثابت ہے اور یہ حضرات صحابہ علیہم الرضوان کے آئمہ خطبہ تھے تو صحابہ کا ان کے آئین آہستہ پڑھنے پر سکوت فرمانا یہ اجماع صحابہ کو ثابت کرتا ہے۔

مثلاً: نام نہاد رین الحق کے مصنف نے آئین بالبحر پر آثار صحابہ کا عنوان قائم کیا لیکن دلیل کو کسی ایک صحابی کا ارشاد ملا صرف تابعی کا قول پیش کیا۔ **حقیقتاً** اس کا آخر حصہ

بہی غیر مقلدوں کے مذہب کے خلاف ہے اس لیے فقہائے احناف نے اس سے آئین خفی پر استدلال کیا ہے کیونکہ اس میں ہے کہ آئین دُعا ہے اور دُعا میں اصل از روئے شرع اخفاء ہے۔ لہذا اگر آیت آئین پر صحابہ کرام کا اجماع نہ ہوتا تو وہابی صاحب کو آئین جبرہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار ضرور مل جاتے۔

غیر مقلد کا چھٹا اعتراض

فراق ثانی پر لازم ہے کہ وہ قرآن سے ہمیں صریحاً دکھائیں کہ آمین کو آہستہ کہنا چاہیے اور یہ کہ شعبہ کی روایت صحیح ہے اور سفیان کی ضعیف ہے۔

ثامیناً: اگر تائید سے مراد وہی ہے جو آگے آپ نے من گھڑت دلائل دیے ہیں تو ان کی حقیقت آگے آرہی ہے۔

ثالثاً: جب سفیان ثوری کی روایت صحیح ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمل کر کے دکھادیا کہ آپؐ کا خلاف قرآن کہنا غلط بیانی ہے۔ (۴ تہجد میں الحق ص ۳۹)

الجواب الاول: قرآن میں کوئی امر صریحاً موجود نہ ہو تو اس کا انکار کا فرض نہیں ہے اور اسے معمول بہ بنانا فرض ہوتا ہے جب کہ ہم احناف آئین خفی کے منکر کو اس وجہ سے کافر نہیں کہتے اور نہ ہی اسے فرض کہتے ہیں پھر وہابی صاحب ہم سے قرآنی نص صریح کا مطالبہ کس لیے کرتا ہے۔ یہ اس صاحب کی سید زوری اور احناف کے موقف سے جہالت ہے۔

ثانیاً: مسائل شرعیہ صرف قرآن کے نص صریحہ سے ہی ثابت نہیں ہوتے بلکہ کسی طرح کی دلالت نص قرآنی میں پائی جائے صریحاً یا سیاقاً یا اشارۃً تو علماء اسلام نے اس سے مسائل شرعیہ ثابت کیے ہیں مگر مقام ضرور مختلف ہو جاتا ہے یعنی جو مقام صراحتہً النص کا ہے وہ اشارۃً النص کا نہیں۔ لہذا آئین آہستہ ہونے پر بھی نص میں کسی طرح کی دلالت موجود ہونے سے عمل کا منتفی ہے۔

خلاصہ: وہابی صاحب کا نص صریح کا مطالبہ کرنا اس کا ثبوت ہے کہ ملتی صاحب کا
آیت سے استدلال بے جا نہیں ورنہ وہابی صاحب سرے سے آئین آہستہ کے قرآن

سے ثابت ہونے کا انکار کرتے صریحاً کی شرط نہ لگاتے۔

رابعاً: غیر مقلد کا ہم سے حضرت شعبہ کی روایت کی صحت دیکھانے کا مطالبہ تو یہ ہم نے بفضلہ تعالیٰ پہلے ہی پورا کر دیا ہے اب اسے دہرانے کی حاجت نہیں۔

خامساً: غیر مقلد کا دعویٰ کہ سفیان ثوری کی روایت صحیح ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کر کے دکھا دیا کہ آپ کا خلاف قرآن کہنا محض غلط ہے۔

جواب: اولاً نجدی صاحبان ویسے تو انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کا علم غیب تو مانتے نہیں مگر اپنا مذہب ثابت کرنے کو حضور کے علم غیب شریف کا بھی اقرار کر لیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم تھا کہ سفیان ثوری آئین بالجبر کو روایت کریں گے تو آپ نے عمل کر کے دکھا دیا اور آپ کو علم تھا کہ احناف آئین بالجبر کو خلاف قرآن کہیں گے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کر کے دکھا دیا کہ ایسا کہنا محض غلط ہے۔

ثانیاً: اگر آپ کا دعویٰ درست ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل آئین چیخ کر کہنا تھا تو آپ نے فراز کا تمام طریقہ صحابہ کو بیان فرمایا: تم دکھا دو کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوا جھروا بالناصین۔ آئین کو پاؤں بلند کیا کرو۔

غیر مقلد کا ساتویں اعتراض کے تحت لکھتے ہیں۔ دین میں قیاس معیار نہیں بلکہ قرآن و حدیث ہے فقہ حنفی میں بھی یہی لکھا ہے کیونکہ دلائل شرعی چار ہیں: قرآن سنت اجماع قیاس لیکن قرآن و سنت کے بالمقابل نہ اجماع ہو سکتا ہے نہ قیاس۔

(نام تہذیب الحق ص ۳۲۰)

الجواب اولاً: غیر مقلدین کا احناف پر مشہور اعتراض ہے کہ یہ قرآن و حدیث کو چھوڑ کر اور قرآن و حدیث کے خلاف قیاس پر عمل کرتے ہیں مگر نام نہاد دین الحق کے مصنف صاحب نے اپنے ہم مذہبوں کی تردید کر دی کہ فقہ حنفی میں اصل و معیار قرآن و سنت ہی ہے وہ قیاس کو قرآن و سنت کے بالمقابل نہیں جانتے۔

ثانیاً: غیر مقلد کا کہنا لیکن قرآن و سنت کے بالمقابل نہ اجماع ہو سکتا ہے نہ قیاس۔ جواب اگر لیکن سے آگے کی عبارت احناف کی طرف منسوب ہے تو یہ غلط ہے

کیونکہ قیاس تو فرع ہے وہ اپنی اصل قرآن و سنت اور اجماع کے مقابل نہیں ہو سکتا مگر اجماع امت اصل ہے اور اس کا قرآن و سنت کے مقابل و خلاف منعقد ہونا ممکن ہی نہیں کیونکہ اس کا قرآن و سنت کے بالمقابل و خلاف منعقد ہونا گمراہی ہے جب کہ ازورے حدیث شریف امت کا گمراہی پر جمع ہونا ممکن نہیں۔

ثالثاً: اصل میں وہابی صاحب نے مفتی صاحب کی عبارت کو سمجھے بغیر اعتراض کر دیا مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے کا کہ تمہاری ٹیٹس کردہ حدیث قیاس شرعی کے خلاف ہے یہ مطلب نہیں کہ وہ حدیث و قیاس کا آپس میں مقابلہ و معارضہ کر رہے ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ دو حدیثیں ہیں ایک کی بناء پر تم کہتے ہو کہ آئین چیخ کر کہنی چاہیے اور دوسری حدیث ہماری دلیل ہے کہ آئین آہستہ کہنی چاہیے۔ تمہاری ٹیٹس کردہ حدیث اس لیے قیاس شرعی کی خلاف ہے کہ آئین دُعا ہے اور دُعا میں اصل ازورے شرع اخفاء ہے لہذا قیاس شرعی کا تقاضا ہے کہ آئین اصل کے خلاف نہ ہو تو مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مراد قیاس شرعی سے یہ ہے کہ اس قیاس کی علت نص شرعیہ میں موجود ہے۔

رابعاً: مقابلہ کا اعتراض تو تب کرو جب کہ حدیث صریح الدلائل ہو جب حدیث میں ہی اختلافات ہیں حروفِ مدا کو کھینچنا وغیرہ تو اصول ہے کہ جب اختلاف آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ لہذا آپ کا استدلال ہی باطل ہے۔ اب غیر مقلد کے وہ اعتراض ملاحظہ ہوں جو اس نے ہماری ٹیٹس کردہ امام شعبہ کی روایت پر کیے ہیں۔

پہلا اعتراض

ان الفاظ سے مروی یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ صرف امام شعبہ نے سلمہ بن کھیل سے یہ الفاظ روایت کیے ہیں جس کے نقل کرنے میں امام شعبہ سے بہت غلطیاں ہوئی ہیں جب کہ امام سفیان اور دیگر محدثین نے سلمہ بن کھیل سے یہی روایت کی ہے جس میں مد بھا صوت کے الفاظ ہیں اور یہ الفاظ صحیح ہیں۔ محقق محدثین نے امام سفیان اور دیگر

محدثین کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ (نام نہاد ابن ابی النج)
الجواب اولاً: ہم نے بظلمہ تعالیٰ امام شعبہ کی حدیث کی صحت بیان کر دی جس
سے غیر مقلد کا مذکورہ اعتراض غلط ثابت ہوا۔

ثانیاً: ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت سفیان کی روایت مدبھا صوتہ میں احتمالات
ہیں لہذا یہ شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صریح الدلائل روایت کے معارض نہیں ہو سکتی۔

ثالثاً: امام شعبہ اور امام سفیان ثوری رضی اللہ عنہما کی روایتوں کے الفاظ مدبھا
صوتہ اور خفض مدبھا صوتہ متضاد نہیں کہ دونوں پر بیک وقت عمل نہ ہو سکے اس لیے کہ مدکا
معنی ہے کھینچنا تو کھینچنا آہستہ آواز سے بھی ہو سکتا ہے۔

رابعاً: آگے آرہا ہے کہ امام سفیان ثوری کا عمل آئین جبر پر نہیں بلکہ آہستہ پر ہے
جو امام شعبہ کی روایت کی صحت پر واضح دلیل ہے۔

خامساً: یہ دعویٰ صحیح نہیں کہ محدثین نے سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کی روایت کو امام
شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت پر ترجیح دی ہے بلکہ ان کو ایک دوسرے پر ترجیح
دینے۔ محدثین کرام کے اقوال مختلف ہیں جیسے کہ علامہ نیوی نے اپنی آثار السنن پر
تعلیق میں بیان کیا ملاحظہ ہو:

وَمَا مَا قَالُوا تَرْجِيحًا بِحَدِيثِ الرَّافِعِ عَلَى حَدِيثِ أَخِيهِ خُفْصٍ مِنْ دِي
الشَّوَرِيِّ أَخْطَطَ مِنْ شَعْبَةَ قَهَذَا الْقَوْلُ لَيْسَ بِمُجْمَعٍ عَلَيْهِ بَلْ لَمْ
تَرْجِيحَ أَخِيهِمَا عَلَى الْآخَرِ أَقْوَالٌ۔ (ص ۹۲)

”اور جو بعض رفع کی حدیث کو خفض پر ترجیح کے قائل ہوئے اس وجہ سے
کہ سفیان ثوری حفظ میں شعبہ سے زیادہ ہیں تو اس بات پر اجماع نہیں
بلکہ ان سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے میں محدثین کے اقوال مختلف
ہیں۔“

اس سے یہ تو معلوم ہوا کہ حضرت سفیان یا حضرت شعبہ میں سے کسی کو ترجیح دینا
محقق علیہا نہیں لیکن غیر مقلدوں کا اپنا راجح ہے اگر وہ سفیان ثوری کی روایت کو ترجیح

دینے والے محدثین کو محقق کہہ کر قبول کر لیں اور شعبہ کی روایت کو راجح کہنے والے
محدثین کو غیر محقق کہہ کر رد کر دیں تو کیا کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ وہابیوں کی اپنی گنگا ہے
جس طرف چاہیں بہا دیں۔ لیکن انصاف اس کی اجازت نہیں دیتا۔ غیر مقلد صاحب
دوسرے اعتراض کے تحت لکھتے ہیں: امام ترمذی نے سنن کے مختلف مقامات پر امام
شعبہ کی غلطی واضح کی ہیں۔

الجواب اولاً: امام ترمذی نے امام شعبہ کے متعلق خود اپنی رائے قائم نہیں کی
بلکہ انہوں نے امام بخاری کا قول نقل کیا اس میں شعبہ کی غلطیاں یہ ذکر کیں کہ شعبہ
نے حجر کو ابو عئیس کہا ہے حالانکہ وہ حجر بن عئیس ہیں دوسرا یہ کہ علقمہ بن وائل کو سند
میں زیادہ کیا اور وہ اس سند میں نہیں۔۔۔ تیسرا انہوں نے مدبھا صوتہ کی بجائے خفض مدبھا
صوتہ بیان کیا۔ فقہاء احناف نے امام بخاری کے مذکورہ اعتراض کے کئی جواب مختلف
کتب میں دیے ہیں۔ علامہ نیوی اپنی آثار السنن پر تعلیق میں اور مصنف ابن ابی شیبہ
کی اضافی جلد نمبر ۹ مقدمہ میں ص ۱۸۹ پر ابن حبان نے کتاب الثقات کے حوالہ سے
ان کا قول بیان کیا کہ حجر بن عئیس کی دو کنیتیں تھیں ابو عئیس اور ابو السنن لہذا امام شعبہ
نے کنیت بیان کرنے میں غلطی نہیں کی کیونکہ یہ ان کی کنیت ہے۔۔۔

ثانیاً: یہ اعتراض کہ امام شعبہ نے علقمہ کو سند میں زیادہ کیا ہے اس کا جواب کتب
احناف میں یہ مذکورہ ہے کہ شعبہ نے زیر بحث حدیث کو علقمہ بن وائل سے بھی سنا اور
باواسطہ حضرات وائل سے بھی لہذا سند میں کوئی اضافہ نہیں کیا کیونکہ امام شعبہ نے
دونوں سے سنا ہے۔

ثالثاً: غیر مقلدوں کو ہمارا مشورہ ہے کہ آنکھوں سے امام بخاری کی تقلید کی عینک
انبار کر دیکھیں تو ان کو نظر آئے گا کہ ابو داؤد کی روایت میں امام سفیان سے بھی حجر کی
کنیت ابو العئیس منقول ہے لہذا یہ غلطی نہیں بلکہ یہی درست ہے کہ حجر کی کنیت
ابو العئیس بھی ہے نیز اگر امام شعبہ کی غلطی کا شور مچاتے ہو تو امام سفیان کی غلطی بھی
نا۔

رابعاً: امام بخاری کا کہنا کہ امام شعبہ نے نفض کے الفاظ ذکر کیے ہیں حالانکہ روایت میں مد کے لفظ ہیں۔ اس کا جواب ہے کہ اگر اسے تسلیم کیا بھی جائے تو یہ پہلے عرض کر چکے ہیں مد نفض کے خلاف نہیں۔

غیر مقلد کا تیسرا اعتراض

یہ قاعدہ بھی محدثین کے ہاں طے شدہ ہے کہ جب امام شعبہ امام سفیان کی مخالفت کریں تو امام سفیان ثوری کی روایت کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

(۴۱ نہاد دین الحق ص ۳۶)

الجواب: ہم نے ابھی بحوالہ بیان کر دیا ہے کہ سفیان ثوری اور امام شعبہ کو آپس کی ترجیح میں محدثین کرام کے اقوال مختلف ہیں لہذا آپ کا مذکورہ قاعدہ یہاں صادق نہیں آتا۔

دہابی صاحب کا چوتھا اعتراض

تَخَفُّضٌ بِهَا ضَوْكُهُ کے الفاظ روایت کرنے میں امام شعبہ کا کوئی ثقف یا ضعیف متابع موجود نہیں جب کہ امام سفیان ثوری کے تابع موجود ہیں ایک علاء بن صالح جیسا کہ امام ترمذی کی عبارت میں گزر چکا ہے دوسرے علی بن صالح جنہوں نے برائے راست سلمہ بن کھیل سے روایت کی ہے اور فحجھوہ بآیین کے الفاظ روایت کیے ہیں۔ اور تیسرا محمد بن سلمہ ہے مؤخر الذکر ضعیف ہے لیکن متابعت میں کوئی حرج نہیں الفرض سفیان کے دو ثقہ اور ایک ضعیف متابع موجود ہے۔ (۴۱ نہاد دین الحق ص ۳۶)

الجواب اولاً: ہم نے بفضلہ تعالیٰ پہلے اس کا جواب دیا ہے کہ امام شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت صریح الدلائل ہے جب کہ اس کے برعکس امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں متنی اور حکم دونوں میں احتمالات ہیں اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ جب احتمال آئے استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

ثانیاً: یہ غلط ہے کہ حضرت سفیان کے تین متابع موجود ہیں صحیح یہ ہے کہ ان کے صرف دو ہی متابع ہیں علاء بن صالح اور محمد بن سلمہ اور یہ دونوں ضعیف ہیں علی بن

صالح ان کے متابع نہیں۔ ملاحظہ کو تعلق الحسن علی آثار السنن ص ۹۳ دیکھیں۔

آئین جہر کے راوی سفیان ثوری کا خود اس کے خلاف عمل

ثانیاً: خود امام ثوری کا مذہب آئین آہستہ کہنا ہے۔ حاشیہ العرف الخدی علی الجامع الترمذی آئین کی بحث میں ہے کہ یَا مَذْهَبُ سُفْيَانَ اخْفَاءُ اَمِنْ مَعَ اَللّٰہِ یُسْرُوْی عَنْہُ جَهَنَّمُ۔ بلاشبہ حضرت سفیان کا مذہب آئین آہستہ کہنا ہے بوجہ یکہ وہ اسے جہر پڑھنے کے راوی ہیں۔ امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف عمل ہونے کا یا تو یہ سبب ہے کہ وہ مدینہ صودہ کا معنی بلند کہنا نہیں مانتے یا ان کے نزدیک آئین بلند کہنا بطور تعلیم تھا بطریقہ مسلمہ کہ نہیں۔

رابعاً: فریق ثانی کا مذہب آئین کے مسئلہ میں اس لیے بھی ضعیف ہے کہ احناف کے علاوہ آئمہ ثلاثہ میں سے امام مالک رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ مقتدی آئین جہر نہ کہے اور امام احمد کے متعلق ان سے غنی و جہر کے بلا ترجیح دو روایتیں ہیں اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مذہب امام مالک کے برعکس ہے یعنی امام آئین جہر کہے اور مقتدی کی آئین کے بارے میں ان سے جہر و غنی میں دو روایتیں ہیں مگر ترجیح جہر کی روایت کو ہے۔ ملاحظہ کو رحمۃ الامۃ فی اختلاف الآئمہ اور المیزان الکبریٰ دیکھیں۔ امام مالک و امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اقوال مختلف وارد ہونے کی وجہ یہی ہے کہ جہر آئین پر جو روایتیں اس کے تالکین پیش کرتے ہیں ان کے معنی و حکم دونوں میں احتمال ہے یعنی یہ بھی احتمال ہے کہ کبھی کبھی بلند آئین کہنا برائے تعلیم تھا یا وہ حضرات دھیمی آواز سنتے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بالکل قریب ہوتے۔

یہاں تک بفضلہ تعالیٰ آئین پر بحث پوری ہوئی اب ترک رفع یدین پر بحث کا آغاز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے توفیق چاہتا ہوں سب توفیق وفوت اس کے ہاتھ ہے۔ واضح رہے کہ یہ جاء الحق حصہ دوم سے چھٹا باب ہے اس کا عنوان ہے کہ رفع یدین کرنا منع ہے۔ اس کی تمہید میں حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: احناف اہلسنت کے نزدیک رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت دونوں